اِلْهَامُ الْبَارِیْ فِیْ تَفْهِیْمِ صَحِیْحِ الْبُخَارِیْ
مانچسٹر سے براہِ راست
جامعہ حیدریہ خیرپور سندھ میں سالانہ جلسہ ختم بخاری
صحیح بخاری
کی آخری حدیث کا درس
13 اگست 2009ء بروز جمعرات
خطاب
حضرت علامہ خالد محمود صاحب مدظلہ

ملتِ اسلامی کے علمی اتحاد کیلئے
محدثین اور فقہاء
میں تطبیق کی راہیں تلاش کرنا
اہل السنّت والجماعت
کا تاریخی امتیاز ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِلْهَامُ الْبَارِیْ فِیْ تَفْهِیْمِ صَحِیْحِ الْبُخَارِیْ

مانچسٹر سے براہِ راست

جامعہ حیدریہ خیرپور سندھ میں سالانہ جلسۂ ختم بخاری

صحیح بخاری

کی آخری حدیث کا درس

13 اگست 2009ء بروز جمعرات

خطاب

مفکرِ اسلام حضرت علامہ خالد محمود صاحب مدظلہ

ڈائریکٹر اسلامک اکیڈمی، مانچسٹر (یو۔کے)

محمود پبلی کیشنز اسلامک ٹرسٹ، جامعہ ملیہ اسلامیہ محمود کالونی، شاہدرہ لاہور

فہرست مضامین

صفحہ

پیش لفظ

الحمد لله وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد

امام اہلسنّت خطیب الاسلام مولانا علی شیر حیدری مرحوم کا ۲۹ جولائی ۲۰۰۹ء کو پاکستان سے فون آیا کہ ۱۳۔ اگست ۲۰۰۹ء کو جامعہ حیدریہ خیر پور سندھ میں دورہ حدیث کے ختم کی تقریب ہے اور ہماری تمنا ہے کہ مفکر اسلام حضرت علامہ خالد محمود صاحب دامت برکاتہم صحیح بخاری کا آخری درس دیں تا کہ یہاں کے علماء اور طلباء مستفید ہوں۔ آپ حضرت علامہ صاحب سے گذارش کریں کہ وہ ہماری اس تقریب کے لئے جلد از جلد پاکستان تشریف لاویں۔

راقم الحروف نے حضرت علامہ صاحب دامت برکاتہم سے حضرت مرحوم کے فون کا تذکرہ کیا اور کوشش ہوئی کہ حضرت علامہ صاحب تشریف لے جاسکیں مگر بعض غیر اختیاری وجوہات کے سبب آپ اس سفر پر تشریف نہ لے جاسکے۔ راقم الحروف نے حضرت مرحوم سے جب اس پر معذرت کی تو آپ کو بہت افسوس ہوا تاہم جب آپ کو معلوم ہوا کہ حضرت علامہ صاحب کے اس درس اور خطاب کا انتظام براہ راست برطانیہ سے ہو جائے گا تو اس پر انہیں بہت خوشی ہوئی اور انہوں نے اس پر حضرت علامہ صاحب دامت برکاتہم کا شکریہ ادا کیا اور حد درجہ خوشی کا

اظہار فرمایا۔ چنانچہ ۱۳۔ اگست ۲۰۰۹ء برطانیہ کے پانچ بجے شام جامعہ اسلامیہ لانگ سائٹ، مانچسٹر میں اس بارے میں ایک علمی تقریب منعقد ہوئی جس میں پاکستان اور ہندوستان کے مقتدر علماء کرام بھی تشریف لے آئے۔ پاکستان میں اس وقت رات کے تقریباً ۱۱ بجے تھے اور جامعہ حیدریہ خیر پور میں علاقے بھر کے علماء اور دیگر مدارس کے اساتذہ بھی شریک اجلاس تھے۔

حضرت علامہ صاحب کے دوران درس فنی خرابیوں کی وجہ سے دو تین بار مواصلت کا سلسلہ رکا رہا اور مانچسٹر میں اس کی اصلاح کا انتظار رہا دو گھنٹے کے قریب حضرت کا یہ درس جاری رہا۔ اجلاس میں رحیم یار خان سے مولانا رشید احمد لدھیانوی، ساہیوال سے مولانا حافظ محمد طارق، نیز برطانیہ سے مفتی امان اللہ، مفتی تقی عثمانی (اولڈھم)، مولانا قاری یعقوب نانجی (بولٹن)، حافظ محمد اقبال رنگونی (مانچسٹر)، مولانا عبدالغنی (مانچسٹر)، مولانا محمد حنیف (مانچسٹر)، مولانا حافظ محمد یعقوب شہزاد (مانچسٹر)، مولانا شیخ اقبال قادری (بولٹن)، مولانا مفتی محمد سلیم محمود (مانچسٹر)، مولانا عبدالرشید (اولڈھم)، مولانا حافظ محمد اسلم رشیدی (مانچسٹر)، مولانا مرتضی حسن (مانچسٹر)، مولانا مفتی فیض الرحمان (مانچسٹر)، حافظ محمد عمار محمود (مانچسٹر)، حافظ محمد اسحاق (مانچسٹر)، حافظ محمد مظہر، حافظ محمد صفدر (مانچسٹر) اور کئی اور علماء شریک ہوئے۔ عوام کی بھی ایک بڑی تعداد نے اس مجلس میں شرکت کی۔

ان دنوں ختم بخاری ایک رواج سا ہو گیا ہے کہ ختم بخاری شریف میں عوام بھی کثرت سے شریک ہوتے ہیں اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ کے لوگ بھی صحیح بخاری کے نام سے اس میں کھنچے چلے آتے ہیں۔ سو ضرورت ہے ہوتی کہ اس اجتماع سے بھرپور فائدہ اٹھایا جائے اور انہیں امام بخاری کے علمی مؤقف سے پوری طرح آگاہ کیا جائے اور دلائل سے سمجھایا جائے کہ غیر مقلدین ہرگز امام بخاری

کے مؤقف پر نہیں ہیں لیکن محض اس لئے کہ وہ بخاری کے تراجم اٹھائے پھرتے ہیں۔ کئی لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ حدیث کے پیرو ہیں حالانکہ حقیقت حال اس طرح نہیں ہے۔ ہمارے علماء کو ایسے مواقع پر صرف آخری حدیث نہیں عوام کو امام بخاری کا پورا مؤقف حدیث بتلانا چاہئے، صرف آخری حدیث پڑھانا یہ طلبہ حدیث کے لئے تو مفید ہوسکتا ہے لیکن عوام اور جدید تعلیم یافتہ حاضرین اتنے بڑے اجتماع میں اہل سنت کے حق میں کوئی بات لے کر نہیں جاتے۔

حضرت علامہ صاحب دامت برکاتہم نے دور حاضر کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے جس پیرائے میں صحیح بخاری کی آخری حدیث کا درس دیا اسے سامعین بالخصوص علماء کرام نے بہت پسند کیا اور راقم الحروف سے درخواست کی کہ اس درس کو کتابی شکل میں شائع کیا جائے تو ہندوپاک کے علماء اور طلبہ بھی اس سے استفادہ کرسکیں گے اور موجودہ حالات میں اس درس کی اہمیت اس لئے بھی بڑھ جاتی ہے کہ یونیورسٹی کے بعض نوجوان طلبہ صحیح بخاری کے نام پر اختلافات کو ہوا دینے اور مسلمانوں کو شکوک میں مبتلا کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑتے راقم الحروف نے حضرت علامہ صاحب کے اس درس کو ٹیپ سے کاغذ پر منتقل کرنے کے بعد حضرت علامہ صاحب کی خدمت میں نظر ثانی کے لئے پیش کیا حضرت علامہ صاحب نے اس پر نظر ثانی کے ساتھ ساتھ مزید وضاحت کے لئے کتابوں کے حوالے بھی نقل کردئے جو دوران درس اجمالی طور پر بیان ہوئے تھے اور کہیں کہیں مضمون کی مناسبت سے کچھ اور مفید باتیں بھی اس میں شامل کردیں نیز اس میں اس مجلس کا مضمون بھی سمودیا گیا جو نماز عشاء کے بعد علماء کرام کے سوالات کی روشنی میں سامنے آیا اور اب یہ درس گویا ایک تصنیف کے طور پر قارئین کے سامنے ہے۔

صحیح بخاری کے آخری درس کے موقع پر عموماً جو بیان ہوتا ہے یہ درس اس سے کچھ مختلف ہے حضرت علامہ صاحب اس درس میں ان امور کو زیر بحث لائے ہیں جن میں بعض نادانوں نے صحیح بخاری کے نام پر عوام کو الجھا رکھا ہے۔ امید ہے کہ نوجوان طلبہ بھی اس درس کو غور سے پڑھیں گے اور اپنی نامناسب سوچ میں کچھ اصلاح کی کوشش کریں گے۔

ان ارید الا الاصلاح و ما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

امیدوار لطف الرحمٰن
(مفتی) فیض الرحمان
لانگ سائٹ، مانچسٹر

مجلس ختم صحیح بخاری

الحمد لله وسلام علی عبادہ الذین اصطفی ...... اما بعد

امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمۃ اللہ علیہ (۲۵۶ھ) نے "الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسننه وایامه" (المعروف بہ صحیح بخاری) کی اس طرح تبویب کی ہے کہ آپ پہلے ایک بڑا باب باندھتے ہیں اس کا نام وہ کتاب رکھتے ہیں جیسے کتاب الایمان کتاب العلم کتاب الصلوٰۃ وغیرہ اور پھر ہر کتاب کے تحت وہ کئی ابواب لاتے ہیں ہم نے اس وقت جو حدیث پڑھی ہے اس کا بڑا باب (یعنی کتاب) "کتاب الرد علی الجھمیه وغیرھم" ہے اور اس میں پھر آخری باب قول الله ونضع الموازین القسط لیوم القیامۃ ہے اور یہ صحیح بخاری کا آخری باب ہے اس میں آپ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ مرفوع حدیث لائے ہیں اور یہ صحیح بخاری کی آخری حدیث ہے:

عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کلمتان حبیبتان الی الرحمن خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان سبحان الله وبحمدہ سبحان الله العظیم۔

☆...... عزیزان گرامی اور شریک سبق طلبہ کرام

اس حدیث کا ترجمہ اور دعا کرنے سے پہلے میں چند اہم امور کی جانب اس امید کے ساتھ آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ آپ ان پر غور کریں گے اور انہیں تا زندگی یاد رکھیں گے ان کے بغیر آپ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے دینی مزاج اور صحیح بخاری کی لطافتوں کو پوری طرح سمجھ نہ پائیں گے آج جس کتاب پر آپ

تفصیلاً عبور پا رہے ہیں، اس کا یہ اجمال صحیح بخاری کے ہر درس میں آپ کے سامنے مستحضر رہنا چاہئے۔ صحیح بخاری صرف مسائل کی کتاب نہیں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی عقائد اسلام اور ان کی سلامتی کے اہتمام پر بھی ایک پوری نظر ہے۔ رہے ان کے اجتہادی مسائل تو ان کی یہ فقہ صحیح بخاری کا علمی جوہر ہے جس پر وہ اپنی کڑی شرطوں سے مسند روایات لائے ہیں۔

اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی امت مسلمہ کی ضرورتوں پر ایک مجتہدانہ نظر تھی اور وہ ان ضرورتوں پر ایک فقہی رائے رکھتے تھے امام بخاری کے ذہن میں فقہ پہلے آئی ہے اور حدیث بعد میں پہلے فقہ (ترجمة الباب) لاتے ہیں اور پھر اس پر احادیث روایت کرتے ہیں، فقہ کو حدیث سے پہلے لانا یا فقہ کی کتابیں دورہ حدیث سے پہلے پڑھانا اس میں حدیث کی کوئی بے ادبی نہیں ہے۔

☆......صحیح بخاری میں فقہ پہلے ہے اور حدیث بعد میں

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ ان کے صحیح بخاری کے تراجم میں ہے وہ تراجم آپ نے احادیث سے نہیں لئے احادیث آپ نے ان کی تائید میں روایت کی ہیں تراجم میں وہ کبھی وہ احادیث بھی لے آتے ہیں جو ان کی روایت کی کڑی شرطوں پر پوری نہیں اترتیں مثلاً حدیث...... اذا اقیمت الصلوة فلا صلوة الا المکتوبة ...... ان کی شرطوں پر پوری نہ اترتی تھی اسے آپ نے صحیح بخاری کے ترجمة الباب میں تو نقل کیا ہے لیکن اسے آپ اپنی مسند میں نہیں لائے۔ (دیکھئے ج ا ص ۹۱)

اسی طرح جن روایات میں مقتدیوں کیلئے سورہ فاتحہ پڑھنے کی اجازت ہے ان میں سے کوئی بھی آپ کے ہاں صحیح بخاری کی شرطوں پر پوری نہ اترتی تھی آپ نے ان کا خلاصہ اپنے ترجمة الباب میں دے دیا اور امام اور مؤتم دونوں لفظ لے آئے لیکن جو روایت آپ اپنی سند سے لائے اس میں مقتدی پر فاتحہ لازم ہونے

کا کوئی ذکر نہیں ہے شافعی حضرات اسے صرف اس کے عموم سے کشید کرتے ہیں کسی مسئلے کو عموم سے ثابت کرنا اور بات ہے اور اس پر نص پیش کرنا دوسری بات ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فقہ میں کمزور روایات بھی مجتہد کے سامنے ہوتی ہیں وہ گو انہیں بطور محدث روایت نہ کرے لیکن مسائل میں وہ انہیں کسی درجے میں ضرور قبول کرتا ہے۔ اسی لئے علماء کہتے ہیں کہ مجتہد جب کسی حدیث سے تائید لے لے تو یہ اس کے ہاں اس روایت کی صحت سمجھی جاتی ہے۔

المجتهد اذا استدل بحديث كان تصحيحا له كما في التحرير لابن الهمام وغيره (قواعد فی علوم الحدیث ص ۵۷)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ایک حدیث کے متعلق جس کے ایک راوی پر امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کلام کیا ہے لکھتے ہیں:

وقد احتج بهذا الحديث احمد وابن المنذر وغيرهما وفي ذلك دليل على صحته عندهما۔

(التلخیص الحبیر ج۱ ص ۱۷۰)

موطا امام مالک کی تمام روایات کو جو صحیح کہا جاتا ہے وہ ایک مجتہد کی روایت کردہ احادیث کی رو سے ہے اور اتنے بڑے مجتہد کو ہی حق پہنچتا ہے کہ وہ رفع الیدین عند الرکوع کی سند صحیح سے روایت ہونے والی احادیث کو بھی کسی علت کے سبب ضعیف کہہ دے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ رفع یدین عند الرکوع کی روایات کو معروف حدیث کا درجہ نہیں دیتے۔ آپ فرماتے ہیں:

لا إعرف رفع اليدين في شيء من تكبيرة الصلوة لا في خفض ولا في رفع الا في إفتتاح الصلوة۔

(المدونة الكبرى ج۱ ص ۶۸)

باوجودیکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مؤطا میں رفع یدین کی حدیث روایت کرتے ہیں اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ان سے نقل کرتے ہیں مگر حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا خود اپنا عمل اس پر نہیں ہے۔

مجتہد کو روایات میں تطبیق دینے کے لئے کہیں کمزور روایات کو بھی قبول کرنا پڑتا ہے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے تراجم میں اسی راہ سے چلے ہیں اور آپ نے اسی راہ سے صحیح بخاری میں بعض احادیث میں تطبیق کی ہے اوراس طرح آپ نے بعض کمزور احادیث کونہیں لائق اعتماد بتایا مگر غیر مقلد علماء حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اس مؤقف کو درست نہیں سمجھتے۔

معروف غیر مقلد عالم مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری نے امّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ایک حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اس مؤقف کو صریح طور پر ردّ کیا ہے۔
موصوف لکھتے ہیں:

قلت حديث ابن عباس وعائشة المذكور في هذا الباب ضعيف كما ستعرف فلاحاجة الى الجمع الذى اشار اليه البخاری۔ (تحفة الاحوذی ج۲ ص ۱۱۱)

"میں کہتا ہوں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ حدیث ضعیف ہے جیسا کہ سب جانتے ہیں اس لئے اس سے تطبیق کی کوئی ضرورت نہیں جس کی طرف امام بخاری نے اشارہ کیا ہے۔"

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عصر حاضر کے غیر مقلدین ہرگز امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے طریق پر نہیں ہیں۔

☆......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ کہ قرآن اسلام کا پہلا علمی ماخذ ہے

حدیث کے مخالفین (منکرین حدیث) پراپیگنڈہ کرتے ہیں کہ حدیث قرآن کے خلاف ایک عجمی سازش ہے جس کا مقصد لوگوں کو قرآن سے دور کرنا ہے۔

عزیزان گرامی! آج آپ صحیح بخاری کا آخری سبق پڑھ رہے ہیں، ظاہر ہے کہ آپ صحیح بخاری کے پورے علمی سفر کو عبور کر چکے ہیں۔ آپ بتائیں کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے احادیث روایت کرنے کے لئے پہلے قرآنی آیات سے کتنے ابواب باندھے ہیں؟ آپ کہیں گے بہت سے۔ آج اس آخری حدیث پر بھی یہ باب آپ کے سامنے ہے۔

باب ونضع الموازين القسط ليوم القيامة۔

کیا یہ قرآن کی سورۃ الانبیاء کی آیت نہیں؟ اگر حدیث معاذ اللہ قرآن کے خلاف کوئی سازش ہوتی تو کیا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہر موضوع روایت پر قرآن کی آیات تلاش کرتے نظر آتے؟ اس سے صاف عیاں ہے کہ محدثین کے نزدیک قرآن مجید ہی اسلام کا پہلا علمی ماخذ ہے اور حدیث اسکے بعد دوسرے نمبر پر آتی ہے۔

خود حدیث ثقلین میں کتاب اللہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ہی اسلام کی دو بھاری چیزیں کہا گیا ہے اور اس میں بھی پہلا درجہ قرآن کا ہے اور حدیث کے ماخذ ثانی ہونے پر قرآن مجید کی یہ شہادت بھی موجود ہے۔

وانزلنا اليك الذكر لتبين للناس مانزل اليهم ولعلهم يتفكرون ۔(پ ۱۴ النحل ۴۴)

"اور ہم نے آپ پر یہ نصیحت نامہ اتارا ہے تا کہ آپ لوگوں پر ظاہر کریں جو ان کے پاس بھیجا گیا ہے اور تا کہ وہ غور سے کام لیں۔"

جن دوستوں کی نظر سے میری کتاب آثار الحدیث گزری ہے انہوں نے

اس کتاب میں ایک مضمون قرآن الحدیث یعنی ''حدیث پر قرآن کے سائے''
ضرور پڑھا ہوگا۔ اس مضمون میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم،
ائمہ عظام اور محدثین کرام سے اس پر بہت سے شہادتیں پیش گئیں ہیں۔ یہ قطعاً
صحیح نہیں کہ حدیث (معاذ اللہ) قرآن کے خلاف ایک عجمی سازش ہے۔

☆......حدیث اور سنت اہل اسلام کی لازوال دولت ہیں

اس بات سے کوئی طالب علم بے خبر نہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم
کی ابدی حفاظت کا وعدہ کیا ہوا ہے اور وہ بھی لفظ ذکر کے ساتھ...... انا نحن نزلنا
الذکر وانا له لحافظون ......سو جب حدیث اس لازوال چشمہ علم کی ہی تبیین
وتشریح ہے تو قرآن کریم کے ضمن میں سنت کی بھی لازوال حفاظت موعود ہے۔
ذکر قائم رہے تو ذاکرین کا وجود بھی ساتھ قائم رہے گا۔ قرآن کریم کی حفاظت
ابدی ہے تو حدیث وسنت کے علمبردار بھی ہمیشہ رہیں گے۔ مولانا روم یہ بات ان
لفظوں میں کہہ گئے اور حدیث کی ابدی حفاظت کی خبر دے گئے۔

ذکر قائم از قیام ذاکر است
از دوام او دوام ذاکر است

جب تک قرآن کریم یہاں پڑھا جاتا رہے گا، حدیث وسنت کے چشمے
بھی یہاں کبھی خشک نہیں ہوں گے۔ مرزا غلام کے بیٹے مرزا بشیر الدین محمود کی یہ
بات محض نئی نبوت کی راہ ہموار کرنے کے لئے تھی ورنہ حضور کی شریعت کو شریعت
باقیہ اعتقاد کرنے والا کوئی مسلمان کبھی یہ بات نہیں کہہ سکتا، مرزا محمود کہتا ہے:

''جو قادیان سے تعلق نہیں رکھے گا وہ کاٹا جائے گا تم ڈرو کہ تم میں
سے کوئی کاٹا جائے پھر یہ تازہ دودھ کب تک رہے گا آخر ماؤں
کا دودھ بھی سوکھ جایا کرتا ہے کیا مکہ اور مدینہ کی چھاتیوں سے

یہ دودھ سوکھ گیا کہ نہیں۔'' (حقیقت الرؤیا ص ۴۶ مطبوعہ ۱۳۳۶ھ)

اس ضروری تفصیل کے بعد ہم اس حدیث کی طرف واپس لوٹتے ہیں۔

ترجمۃ الباب سے پتہ چلتا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں قیامت کے دن وزن اعمال برحق ہے اس پر آپ نے پہلے قرآن کریم کی آیت سورۃ الانبیاء سے پیش کی ہے اور پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ حدیث پیش کی ہے کہ دو کلمے میزان میں بھاری رہیں گے۔ ظاہر بین لوگ کہتے ہیں کہ اعمال واقوال کا تو کوئی وزن نہیں ہوتا، وزن صرف مادی چیزوں کا ہوتا ہے۔ اعمال حرکات کا دوسرا نام ہے اور اقوال ایک منہ سے نکلی ہوئی آوازیں ہیں جو صادر ہوتے ہی معدوم ہوجاتی ہیں۔ اعمال اعراض ہیں جواہر نہیں ہیں یہ کیسے تولے جائیں گے۔

عزیزان گرامی! ذرا توجہ کریں کیا گرمی سردی کیفیات میں سے نہیں اور کیا یہ بذریعہ تھرمامیٹر تولی نہیں جاتیں عام میزان میں صرف کثیف چیزیں تولی جاسکتی ہیں لیکن تھرمامیٹر میں ہم ان لطیف کیفیات کو بھی تلتا دیکھتے ہیں اور آج کل تو انسان نے ایسے آلات بھی ایجاد کرلئے جو لطیف چیزوں کو بھی تلتا دکھادیتے ہیں اور انسان ایک دوسرے انسان کی ایجاد پر حیران رہ جاتا ہے۔

اب آپ ہی بتائیں کہ اگر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اعمال واقوال کو بھی ایک وزن دے دیں اور ان کو سب کے سامنے تول کر دکھادیں تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے اور اس کا انکار کیوں کر کیا جاسکتا ہے جو بات حدیث میں بتائی گئی جب اس پر خود قرآن کی شہادت موجود ہے تو اس کا انکار کیا اب قرآن کا انکار نہیں ہوگا؟ قرآن میں ہے:

والوزن یومئذ الحق ۔(پ۸ الاعراف ۸)

لا نقیم لھم یوم القیامۃ وزنا ۔(پ ۱۶ الکھف ۱۰۵)

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے عقائد اسلامی پر ایک رسالہ الفقۃ الاکبر تحریر فرمایا۔ اس میں اسلام کے ایک ایک بنیادی عقیدے کو ذکر کیا اور کہا کہ یہ سب حق ہیں اور یہ اہل سنت کے عقائد میں سے ہیں، آپ لکھتے ہیں:

ووزن الاعمال بالمیزان یوم القیامة حق۔

(الفقہ الاکبر ص ۱۳۹ مع شرح علی القاری)

امام طحاوی (۳۰۲ھ) نے عقیدہ طحاویہ میں اسے ایمانیات میں سے بتایا ہے، آپ لکھتے ہیں:

ونؤمن بالبعث وجزاء الاعمال یوم القیامة والعرض والحساب وقراء ۃ الکتاب والثواب والعقاب والصراط والمیزان ۔(شرح عقیدہ طحاویہ ص ٤٠٤)

اسی طرح جن علماء نے عقائد پر کتابیں لکھیں ہیں ان سب نے اسے اہلسنّت کے عقائد میں سے بتایا ہے علمائے اعلام کی ان صراحتوں سے واضح ہے کہ وزن اعمال کی آیات واحادیث اپنے ظاہر پر ہیں یہ بات ہمیں سمجھ میں آئے یا نہ آئے ہم انہیں از راہ نصوص اپنے ظاہر میں حق مانتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جب قرآن نازل ہوتا تو آپ پہلے ایک گھنٹی کی سی آواز سنتے سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ آواز کس کی تھی جبرئیل امین کی آواز تھی یا خود ربّ العزت کی یا یہ کہ یہ وحی کی اپنی آواز تھی۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرقہ جہمیہ کے ردّ میں خود ربّ العزت کیلئے بھی آواز کا ثبوت بہم پہنچایا ہے اور آپ نے اس پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی یہ روایت پیش کی ہے:

اذا تکلم اللہ بالوحی سمع اهل السموات شیاء فاذا فزع

عن قلوبھم. وسکن الصوت عرفوا انه الحق ونادوا ماذا قال ربکم قالوا الحق ویذکر عن جابر عن عبدالله بن انیس قال سمعت النبی ﷺ یقول یحشر الله العباد فینادیھم بصوت یسمعه من بعد کما یسمعه من قرب انا الملك انا الدیان ۔ (صحیح بخاری ج۲ ص ۱۱۱۴)

''اللہ تعالیٰ جب وحی کے لئے کلام فرماتے ہیں تو اسے آسمانوں والے کچھ سن لیتے ہیں جب ان سے خوف وہراس دور ہوجاتا ہے اور آواز ٹھہر جاتی ہے تو وہ پہچان لیتے ہیں کہ وہ حق کی آواز تھی اور آواز دیتے ہیں کہ کیا کہا تمہارے رب نے ؟ اور حضرت جابر سے یہ بھی منقول ہے کہ عبداللہ بن انیس نے حضور ﷺ کو کہتے ہوئے سنا، اللہ تعالیٰ بندوں کو حشر میں جمع کریں گے اور انہیں آواز دیں گے اور وہ آواز ایسی ہوگی کہ اسے دور والے اور قریب والے یکساں سنیں گے۔''

یہاں اللہ تعالیٰ کے لئے آواز کا لفظ موجود ہے اور اس کی یہ شان کہ دور اور قریب والے یکساں سنیں گے یہ اس کے بے مثل ہونے کا ایک بیان ہے۔ جہمیہ اس کا انکار کرتے ہیں ہمارے لئے اللہ کے لئے آواز ماننا کوئی مشکل مرحلہ نہیں ہم کہیں گے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات بے چوں و مثل ہے اس کی آواز اور جملہ صفات بھی سب بے مثل ہیں ......لیس کمثله شئی ۔(القرآن) ......اب اس کی حقیقت جو بھی ہو اسے ہم اس کی طرف تفویض کرتے ہیں ہمیں کسی تاویل میں جانے کی حاجت نہیں۔

پیش نظر رہے کہ یہ پوری بات امام بخاری اپنے ترجمۃ الباب میں لائے

ہیں اور آپ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ روایات مسند میں پیش نہیں کیں اور یہ ان کی شرطوں پر بھی پوری نہیں اترتیں۔

☆......حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرق باطلہ کے رد میں

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری کا آخری بڑا باب کتاب الرد علی الجھمیه کے عنوان سے باندھا ہے۔ اس سے آپ یہ بات بتانا چاہتے ہیں کہ شریعت صرف مثبت احکام کا ہی نام نہیں اس میں اہل باطل کا رد بھی ساتھ کرنا پڑتا ہے اور یہ بھی شریعت کا ہی ایک حصہ ہے۔ اہل باطل کا رد کوئی غیر شرعی کام نہیں ہے جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ شریعت صرف مثبت احکام کو بیان کرنے کا نام ہے۔ منکرات کے خلاف آواز اٹھانے کا نام نہیں انہوں نے شریعت کو غلط تقسیم کر رکھا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ان لوگوں کو لائق نجات بتلایا ہے جو امت کے مختلف فرقوں میں بٹنے کی مصیبت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریق پر رہیں اور ان کی نشاندہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ما انا علیه واصحابی کے الفاظ سے فرما دی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہتّر دوسرے فرقوں کا حسبِ ضرورت ردّ فرمایا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریق سے ہٹ کر چلے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہٹ کر چلنے والے اور ان کو حجت نہ سمجھنے والے آپ کے ہاں اس لائق ہیں کہ ان کا ردّ کیا جائے اور آپ نے اپنے اس مؤقف پر صحیح بخاری ختم کی ہے۔

دین میں دعوت کا کام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر دونوں سے چلتا ہے۔ یہ سائیکل دو پہیوں کے بغیر کہیں چل نہیں پاتی۔ اب جو لوگ یہ کہیں کہ دین صرف امر بالمعروف کا نام ہے اور مثبت بات کہنا ہی دین ہے۔ دوسرے فرقوں کے عقائد واعمال کی تردید کی ضرورت نہیں۔ گو وہ عوام میں بڑی تیزی سے کام

کرر ہے ہوں۔ وہ بہت بڑی غلطی پر ہیں۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں ساری شریعت کو بیان کیا اسلام کے عقائد واعمال دونوں بتائے اور پھر آخر میں باطل فرقوں کے ردّ کا کھلا اعلان کر دیا اور نام لے کر ان کے عقائد کی تردید میں یہ بڑا باب باندھا ہے۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اہل باطل کے عقائد و اعمال کا ردّ کرنا معیوب ہوتا یا آپ سمجھتے کہ اہل باطل کی تردید کرنے میں فتنے کا اندیشہ ہے تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کبھی ان کا نام لے کر یہ بڑا باب نہ باندھتے۔ آپ صحیح بخاری کے آخر مین جس نہج پر چلے ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک جس طرح شریعت کے دوسرے عقائد واعمال کو بیان کرنا ضروری تھا اسی طرح اہل باطل کے عقائد واعمال سے مسلمانوں کو خبردار کرنا اس سے زیادہ اہم ہے اور یہ اہل علم کے ذمہ ہے کہ وہ اپنے عوام کو دین میں چلنے والی غلط ہواؤں سے بچائیں۔ جہمیہ کا ردّ کئے بغیر اسلام کا عقیدہ توحید آپ کبھی لوگوں کے ذہن میں نہیں اتار سکتے۔ اس لئے محدثین اسے کتاب التوحید بھی کہتے ہیں۔

حضرت قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ بڑے مفسر گزرے ہیں۔ وہ ایک مقام پر **یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر** سے **عطف الواجب علی المندوب** کا استدلال کرتے ہیں جو لوگ فرق باطلہ کے ردّ کو فتنہ کہیں اور ان کے خلاف ایک لفظ کہنا برا جانیں۔ یقین کیجئے کہ ایسے صوفی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے طریق پر نہیں ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا طریق آپ کے سامنے ہے۔ آپ نے دین کی بات کہاں ختم کی؟ **کتاب الرد علی الجھمیہ** پر...... اور آخری حدیث میں بھی اہل باطل کے عقائد کا ردّ کیا ہے۔ آپ اس سے پہلے کتاب الفتن بھی لائے ہیں۔ اس میں آپ نے خوارج کی تردید کی ہے جن کے خلاف حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جہاد کیا تھا اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے مناظرے کئے تھے

پھر کتاب الاعتصام میں دیکھئے تو اس میں آپ کو روافض کا ردّ ملے گا۔

☆......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں منقبت صحابہ دین کا ایک جزو ہے

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صرف تاریخی شخصیتیں نہیں اہل اسلام کے ہاں وہ دینی شخصیتیں بھی ہیں۔ دین انہی کی روایت اور عمل سے ثابت ہوتا ہے۔ قرآن و حدیث کو صحیح طور پر سمجھنے کے لئے فہم صحابہ ایک معیار ہے اور جو لوگ فہم صحابہ کو ساتھ لے کر نہیں چلتے وہ ہرگز ما انا علیه و اصحابی کی پیغمبرانہ رہنمائی پر نہیں ہیں۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں بدگمانی کی فضا پھیلائی جانے لگی تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام لے لے کر ان کے مناقب کے باب باندھے۔

آج جو لوگ صحیح بخاری اٹھائے پھرتے ہیں اگر آپ ان کی مسجدوں اور ان کی محفلوں میں جائیں تو آپ کو کبھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب پر کوئی آواز سنائی نہ دے گی۔ ان کی کانفرنسیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مناقب سے یکسر خالی نظر آئیں گی اور وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام سے چڑتے دکھائی دیں گے، ایسا کیوں؟ یہ اس لئے کہ وہ ان کی پیروی اپنے لئے ضروری نہیں جانتے۔ اب گو وہ صحیح بخاری اٹھائے پھریں لیکن ظاہر ہے کہ وہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک پر نہیں ہیں، وہ نہیں جانتے کہ صحیح بخاری میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کیا مقام دیا گیا ہے۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بالخصوص خلفائے راشدین کی عظمت کے جھنڈے اٹھائے ہیں اور ان کے خلاف چلنے والوں کا ردّ کیا اور اہل سنت ہمیشہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو لائق اعتماد اور لائق استناد سمجھتے رہے ہیں۔ ان

کی مسجدوں اور مدرسوں میں آپ نے یہ شعر بارہا لکھا دیکھا ہوگا!

چراغ و مسجد و محراب و منبر

ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و حیدرؓ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی راہ پر چلنے والے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دین کا چراغ سمجھتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا احترام اس طرح کرتے ہیں جیسے مسجد لائق حرمت سمجھی جاتی ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مسجد کے محراب و منبر کی طرح دین میں جگہ دیتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ملت ناجیہ کا تعارف ما انا علیہ و اصحابی سے اسی لئے کرایا تھا کہ انہیں دینی شخصیتیں مانے بغیر ہم اپنے آپ قرآن کے لاریب فیہ کے عقیدہ پر نہیں جم سکتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری وقت تک قرآن کریم مختلف تحریری نوشتوں میں تھا۔ اسے ایک کتاب کی صورت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی کاوش سے ملی تھی۔

اب آپ ہی سوچیں! حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو سند مانے بغیر کیسے کسی کا ایمان قرآن پر ہوسکتا ہے۔ اس کے برعکس آپ غیر مقلدین کی خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم پر جرح بھی ملاحظہ فرمائیں!

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد

میلش اندر طعنہ پاکاں برد

☆......اہل حدیث باصطلاح جدید کی خلفائے راشدین پر جرح

اب جو لوگ دن رات یہ کہتے نہیں تھکتے کہ ہم امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک پر ہیں اور صحیح بخاری پر عمل کرتے ہیں۔ وہ کبھی آپ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دینی شخصیتیں مانتے نظر نہ آئیں گے، پھر آپ یہ بھی سوچیں کہ ان کے مدرسوں

اور ان کی کتابوں میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم پر جرح کیوں ہوتی ہے اور عوام میں ان کے خلاف بدگمانیاں کیوں پھیلائی جاتی ہیں؟ ان کے بنارس کے ایک شیخ الحدیث رئیس احمد ندوی نے اپنی کتاب 'تنویر الافاق' میں ایک سرخی یہ قائم کی ہے اسے پڑھ کر ذہن پر فوراً یہ خطرہ گزرتا ہے کہ کہیں یہ شیعہ کے چھوٹے بھائی تو نہیں ہیں، سرخی ملاحظہ ہو:

خلاف نصوص بعض خلفائے راشدین کے نافذ کردہ کچھ قوانین کی مثالیں۔ (دیکھئے ص ۱۰۹)

یہاں ایک عام آدمی یہ سوچنے پر مجبور ہوتا ہے کہ اگر اس بنارسی کی بات درست ہے تو پھر یہ خلفاء کیسے راشدین بن گئے جنھوں نے نصوص کی خلاف ورزی کی اور نصوص کے خلاف قوانین بنائے اور سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس پر خاموش رہے۔ انہوں نے اپنی آنکھوں سے ان خلافِ نصوص کاموں کو ہوتے دیکھا اور کبھی اس کے خلاف آواز نہ اٹھائی۔ کیا یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عزت وعظمت اور ان کے دین و دیانت پر کھلا حملہ نہیں؟

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

کیا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اسی باطل عقیدہ پر تھے؟ ہرگز نہیں!

اب جن مدرسوں میں اس قسم کی باتیں سکھائی جائیں اور ان کے شیخ الحدیث خلفائے راشدین پر اس طرح کھلے عام تبرا کریں تو آپ ہی سوچیں کہ وہاں

مناقب ابی بکر...... مناقب عمر...... مناقب عثمان...... اور مناقب علی

اور ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ...... **ماانا علیه واصحابی** ...... کی آواز کیسے سنی جاسکتی ہے اور یہ لوگ کس منہ سے کہہ سکتے ہیں کہ ہم ...... **ما انا علیه واصحابی** ...... پر چلنے والے ہیں؟ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا تو یہ مسلک نہ تھا۔

☆......خطیب تبریزی صاحب مشکوٰۃ امام بخاری کی تقلید میں

محدث خطیب تبریزی نے بھی مشکوٰۃ المصابیح کے آخر میں فرق باطلہ کے خلاف کام کرنے میں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی پیروی کی ہے۔ صحیح بخاری کا آخری بڑا باب (یعنی کتاب) اور مشکوٰۃ کا آخری باب...... ثواب هذه الامة ......ایک ہی حکم کے دو پیرائے ہیں۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

سیکون فی آخر هذه الامة قوم لهم اجر مثل اجر اولهم یامرون بالمعروف وینهون عن المنکر ویقاتلون اهل الفتن ۔(مشکوة ٥٨٤ دلائل النبوۃ ج٦ ص ٥١٣)

''اس امت کے آخری دور میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جنہیں پہلے دور کے نیکوں کا سا اجر ملے گا وہ امر بالمعروف کرتے ہوں گے اور منکرات کا رد کریں گے اور باطل فرقوں سے پوری طرح نبرد آزما رہا کریں گے۔''

شارحین حدیث نے یہاں اہل الفتن خلافت کے باغیوں خوارج اور روافض اور دوسرے سب اہل بدعت کو کہا ہے۔ دسویں صدی کے مجدد ملا علی قاری (١٠١٤ھ) یہی بات بیان فرماتے ہیں!

ای من البغاۃ والخوارج والروافض وسائر اهل البدع
(مرقات المفاتیح ج٩ ص ٤٠٥٠ طبع بیروت)

خطیب تبریزی نے اپنی کتاب کے آخر میں اہل باطل کی تردید کرنے کا سبق دے کر صحیح طور پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی پیروی کی ہے جنہوں نے صحیح بخاری کے آخر میں جہمیہ کے ردّ کا باب باندھ کر ینهون عن المنکر کی اصولی پیروی کی ہے۔

☆......باطل فرقوں کی تردید کو فتنہ نہیں کہا جا سکتا

جو لوگ دین کے لئے کبھی باطل کے خلاف نہ اٹھیں اور اشارۃً بھی کہیں

اہل باطل کا ردّ نہ کریں وہ کبھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک پر نہیں ہو سکتے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وقت کے بہت بڑے محدث تھے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث پر یہ ایک بہترین کتاب امت کے لئے لکھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی یہ کیوں نہ سوچا کہ میں اس میں صرف مثبت بات ہی لکھوں کسی کا ردّ نہ کروں؟ اگر آپ رحمۃ اللہ علیہ ایسا کرتے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو روکنے والا کوئی نہ تھا مگر آپ جانتے تھے کہ دین اور شریعت صرف مثبت احکام کے بیان کا نام نہیں ہے، اس دین کی حفاظت کے لئے باطل کا مقابلہ بھی کرنا پڑے گا اور اس امت میں اہل باطل کے خلاف ان کا نام لے لے کر بھی کتابیں لکھی جائیں گی۔

☆......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا فقہی مسلک تحقیق وتقلید کی دوراہیں

یورپ کی یونیورسٹیوں میں پڑھنے والے بعض مسلمان طلبہ حضرت امام بخاری کے بارے بلا کسی علم کے یہ بات کہہ دیتے ہیں کہ آپ دین میں کسی درجے میں تقلید کے قائل نہ تھے گویا دوسرے لفظوں میں وہ غیر مقلد تھے اور ان کے ہاں اقوالِ ائمہ کی کوئی پرواہ نہ تھی، یہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر بڑا اتہام ہے یہاں چونکہ بہت سے علماء اور طلبہ بیٹھے ہیں اس لئے میں اس پر بھی میں کچھ گذارشات ہدیہ سامعین کرتا ہوں۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا علم حدیث میں بہت بڑا مقام ہے تاہم آپ نے بھی فقہی مسائل میں اپنے سے اعلم کی تقلید میں کبھی عار محسوس نہیں کی امت میں ایک نہیں ہزاروں محدثین ایسے گزرے ہیں جو اپنی جگہ علم حدیث کے امام مانے گئے مگر انہوں نے بھی مسائل میں کسی نہ کسی مجتہد کی تقلید ضرور کی حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا فقہی مسلک کیا تھا؟ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۷۶ھ) نے آپ کو شافعی المسلک بتایا ہے (کشاف ترجمہ انصاف ص ۶۷) حضرت امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے

بھی آپ کو شافعی بتایا ہے (دیکھئے طبقات الشافعیہ) معروف غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خان بھوپالی نے بھی آپ کا مسلک شافعی لکھا ہے۔

(ابجد العلوم ص ۸۱۰)

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (۷۲۸ھ) اور ان کے شاگرد حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ (۷۷۲ھ) کا بیان ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حنبلی المسلک تھے (دیکھئے فتاوی ابن تیمیہ...... اعلام الموقعین ج ۱ ص ۲۲۶) دیوبند کے جن بزرگوں نے آپ کو مجتہد کہا ہے تو اس سے بھی آپ کے غیر مقلد ہونے کی نفی ہوتی ہے۔ آپ صحیح بخاری میں کئی مقامات پر انہیں اقوال ائمہ سے استدلال کرتا دیکھیں گے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ حدیث صریح نہ ملنے کی صورت میں اپنے سے بڑے اہل علم کی تقلید جائز سمجھتے تھے۔

غیر مقلدیت جاہلوں کی راہ عمل ہے اسے کسی طرح بھی تحقیق نہیں کہا جاسکتا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اہل علم کی تقلید میں بھی ایک مجتہدانہ شان رکھتے تھے۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو کسی نے بھی غیر مقلد نہیں بتلایا۔ اگر یقین نہیں آتا تو آپ موجودہ دور کے غیر مقلدین کا مسلک دیکھیں اور اس کا صحیح بخاری سے موازنہ کریں۔ آپ پر یہ بات کھل جائے گی کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہرگز غیر مقلد نہ تھے۔ اس کی یہ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

☆...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور طلاق ثلاث

موجودہ دور کے غیر مقلدین بیک وقت دی جانے والی تین طلاقوں کو ایک قرار دیتے ہیں۔ حضرت امام بخاری اس مسلک پر نہ تھے آپ کا اس باب میں وہی مسلک ہے جو آپ کے امام (وہ امام شافعی ہوں یا امام احمد) کا ہے۔ آپ کبھی جمہور کے مسلک سے نہیں ہٹے۔ موجودہ دور کے غیر مقلدین یورپ کے

نوجوانوں کو صحیح بخاری کی حدیث سنانے میں بڑے پھرتیلے واقع ہوئے ہیں مگر وہ کبھی یہ نہیں بتاتے کہ ہم امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اس موقف کو غلط سمجھتے ہیں اور نہ کبھی ان کو یہ کہتے سنا ہوگا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ طلاق ثلاث کے مسئلہ میں حدیث کے خلاف چلے ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمۃ الباب دیکھئے باب من جوز الطلاق الثلث (تین طلاقوں کا بیک وقت دینا طلاق کو واقع کر دیتا ہے) اور بعض نسخوں میں باب من اجاز الطلاق الثلاث کے الفاظ ہیں (بیک وقت دی گئی تین طلاقیں نافذ العمل ہیں)۔

یہاں آپ نے عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ کی حدیث پیش کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے انہوں نے ایک مجلس میں تین طلاقیں دیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس عمل کے خلاف کچھ نہ کہا اور محدثین کا اصول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی عمل ہوا اور آپ اس پر انکار نہ فرمائیں تو وہ مسلمانوں کے لئے واقعی ایک حدیث ہے جس طرح قولی اور فعلی احادیث ہیں، اسی طرح تقریری حدیث بھی ایک واقعی حدیث ہے اور سب اسے سر عام تسلیم کرتے ہیں۔

☆......امام بخاری اور نماز تراویح

دورِ حاضر کے غیر مقلدین رمضان کی راتوں میں پڑھی جانے والی نماز تراویح کی بیس رکعتوں کو بدعت کہتے ہیں اور وہ صرف آٹھ رکعات پڑھتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ تراویح کی نماز کوئی خاص نماز نہیں۔ یہ وہی تہجد کی نماز ہے جو سال بھر پڑھی جاتی ہیں۔ رمضان میں وہ اوّل وقت پڑھ لی جاتی ہے گویا رمضان کی اپنی کوئی مستقل نماز نہیں، وہ یہ کبھی نہیں بتاتے کہ وہ اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک پر نہیں ہیں اور وہ اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مؤقف کو درست نہیں سمجھتے۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک رمضان کی ایک اپنی مستقل نماز ہے

آپ کتاب الایمان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

من قام رمضان ایمانا واحتسابا غفرله ماتقدم من ذنبه۔

(صحیح بخاری ج۱ ص ۱۰)

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی نے اس حدیث کا ترجمہ یہ کیا ہے:

''جس شخص نے ایمان اور نیت ثواب سے رمضان میں قیام کیا یعنی نماز تراویح پڑھی اس کے سابقہ گناہ سب بخشے گئے۔'' (تاریخ اہل حدیث ص ۱۵۰)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو قیام رمضان کی اس طرح ترغیب دے رہے ہیں، اگر اسلام میں تراویح رمضان کی اپنی کوئی مستقل نماز نہیں تو قیام رمضان کے کن نوافل پر یہ عظیم بشارت دی جارہی ہے؟ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر یہ باب باندھ کر بتادیا کہ ان کے ہاں نماز تراویح ایک مستقل نماز ہے جو رمضان میں ہی ادا کی جاتی ہے۔ صحیح بخاری کا یہ باب ملاحظہ ہو، باب تطوع قیام رمضان من الایمان۔

ایمان اور عمل دو علیحدہ علیحدہ حقیقتیں ہیں۔ قرآن کریم میں بار بار...... آمنوا وعملوا الصالحات...... عطف تغائر کے ساتھ وارد ہے تاہم یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جس عمل کو ایمان کہا جائے وہ عمل ایمان کا ایک بڑا نشان سمجھا جاتا ہے، ایمان کی چمک بیشک اس پہلو سے کمی اور زیادتی قبول کرتی ہے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ان نمازوں کو جو مسلمانوں نے بیت المقدس کے قبلہ کی جانب پڑھی تھیں ایمان فرمایا ہے...... وماكان الله ليضيع ايمانكم...... اب اس حدیث پر غور فرمائیں اس میں نماز تراویح کو ایمان کا ایک نشان بتلایا ہے اسی لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اسے کتاب الصلوٰۃ میں نہیں کتاب الایمان میں لائے ہیں۔ یہ

نماز رمضان سے خاص ہے، یہ رمضان اور غیر رمضان میں برابر کی نماز نہیں۔ حدیث میں اسے رمضان سے مخصوص بتایا گیا ہے۔ اکابر علماء دیوبند کے شیخ فقیہ النفس حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ لکھتے ہیں:

''نماز تہجد اور نماز تراویح ہر دو صلوٰۃ جداگانہ ہیں کہ ہر دو کی تشریح اور احکام جدا ہیں کہ تہجد ابتداء اسلام میں تمام امت پر فرض ہوا اور بعد ایک سال کے تہجد کی فرضیت منسوخ ہوکر تہجد تطوعا رمضان و غیر رمضان میں جاری رہا...... تہجد قبل ہجرت ابتداء اسلام میں تطوعا شروع ہوچکا تھا اور اس پر سب صحابہ تطوعا رمضان وغیر رمضان میں عمل درآمد رکھتے تھے اور تراویح کا اس وقت میں کہیں وجود نہیں تھا پھر بعد ہجرت کے جب صوم رمضان فرض ہوا تو اس وقت رسول اللہ ﷺ نے خطبہ پڑھا اور اس میں یہ فرمایا جعل اللّٰہ صیامه فریضة وقیامه تصوعا الی آخر الحدیث۔ اس سے معلوم ہوا کہ قیام رمضان اس وقت تنفلا مقرر ہوا اور اس سے یہ سمجھنا کہ تہجد جو سابق سے تطوع تھا اس کا ذکر فرمایا ہے بعید ہے ......تہجد وتراویح تشریحا دو نمازیں ہیں کہ دو وقت میں مقرر کی گئی ہیں۔'' (تالیفات رشیدیہ ص ۳۰۷)

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں:

''تطوع سے مراد تراویح کا عمل ہے جو رمضان کی راتوں کے ساتھ مخصوص ہے رمضان کی راتیں اللہ تعالیٰ کی مخصوص رحمت کی راتیں ہیں ان سے فائدہ اٹھانے کی ایک صورت صلوٰۃ

تراویح ہے جو قیام رمضان کے تطوع کا اقل درجہ ہے اس کے علاوہ تہجد نوافل ذکر درود شریف تلاوت قرآن مجید یہ سب باتیں اپنے اپنے درجہ میں قیام رمضان کے تطوع میں آتی ہیں اور ان رحمت کی خاص گھڑیوں میں حتی المقدور ان سب سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔'' (فضل الباری ج۱ص۴۵۳)

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب رمضان کی ایک اپنی مستقل نماز قائم ہوئی تو اب رمضان کی وجہ سے نماز تہجد میں کسی اضافہ کی کوئی ضرورت نہیں حضور ﷺ کی نماز تہجد رمضان اور غیر رمضان میں برابر رہی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت کتاب التہجد میں لائے ہیں اور تراویح کی نماز کتاب الایمان میں اور ان میں کوئی تعارض نہیں جو لوگ تراویح کے قائل نہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ نماز تہجد کا ہی دوسرا نام ہے وہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک پر کیسے سمجھے جا سکتے ہیں۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ رمضان میں تراویح اور تہجد دونوں نمازیں پڑھتے تھے۔ مقسم بن سعد محدث کہتے ہیں!

کان محمد بن اسماعیل البخاری اذا کان اول لیلة من شهر رمضان یجتمع الیه اصحابه فیصلی بهم ویقرء عشرین آیة وکذلك الی ان یختم القرآن وکان یقرء فی السحر مابین النصف الی الثلث من القرآن فیختم فی کل ثلث لیال۔ (مقدمه فتح الباری ص ٤٨١)

''امام بخاری کے ہاں رمضان کی پہلی رات میں ان کے شاگرد جمع ہوتے تھے اور آپ ان کو نماز تراویح پڑھاتے تھے آپ ہر رکعت میں بیس آیات تلاوت کرتے تھے اسی طرح وہ

ختم قرآن کرتے اور سحر (یعنی تہجد) میں کبھی نصف قرآن اور
کبھی تہائی قرآن پڑھتے تھے اور ہر تین رات میں ایک قرآن
ختم کرلیا کرتے تھے۔"

معروف غیر مقلد عالم جناب نواب وحید الزمان حیدرآبادی نے بھی
تیسیر الباری میں یہ واقعہ نقل کیا ہے (دیکھئے ج ۱ ص ۴۹)۔ شیخ الکل مولانا نذیر حسین
دہلوی مرحوم کا عمل بھی یہی رہا کہ آپ نماز تراویح الگ پڑھتے اور رات کو تہجد کی
نماز الگ پڑھتے تھے (الحیات بعد الممات ص ۱۳۸) مگر دور حاضر کے غیر مقلدین اس
باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو سنت پر عمل کرنے والا نہیں سمجھتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
اپنے ارشاد میں قیام رمضان کی تاکید کی ہے اس نماز کا قیام آپ کو غیر مقلدین کے
ہاں کہیں نہ ملے گا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد امام ترمذی جامع ترمذی میں فروعی اختلافات
میں مختلف مذاہب بھی بیان کرتے ہیں اس میں تراویح کی بحث میں آپ کو چالیس
اور بیس کا اختلاف تو ملے گا لیکن آٹھ رکعت تراویح کا قول اس میں آپ کو کہیں نہ
ملے گا معلوم ہوتا ہے کہ ان دنوں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت تہجد کو تراویح پر
کہیں محمول نہ کیا جاتا تھا ورنہ امام ترمذی کہیں آٹھ رکعت تراویح کا بھی اختلاف
ذکر کرتے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اس مسئلہ میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے طریق پر چلے ہیں،
آپ لکھتے ہیں:

واختلف اهل العلم فی قیام رمضان فرأی بعضهم ان
یصلی احدی واربعین رکعة مع الوتر وهو قول اهل
المدینة واکثر اهل العلم علی ما روی عن علی وعمر
وغیرهما من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم عشرین رکعة وهو قول

الثوری وابن المبارك والشافعی وقال الشافعی ادركت ببلدنا بمكة يصلون عشرين ركعة۔

(جامع ترمذی ج۱ ص ۱٦٦)

''اہل علم کا تراویح کی رکعات میں اختلاف رہا ہے بعض ۳۸ رکعات کے قائل رہے اور وہ اہل مدینہ ہیں اور اکثر اہل علم اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم بیس رکعت تراویح کے مسلک پر رہے ہیں اور یہی قول اہل کوفہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا رہا ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے شہر مکہ میں لوگوں کو بیس رکعات تراویح پڑھتے ہی پایا ہے۔''

اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ ان دنوں جب جامع ترمذی لکھی گئی مکہ مدینہ اور کوفہ میں کوئی بھی بیس رکعت تراویح سے کم کسی دوسرے عمل پر نہ تھا۔

☆......امام بخاری کے ہاں اقوال ائمہ سے استناد

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بعض نادان یہ بات کہتے سنے جاتے ہیں کہ امام صاحب نے صحیح بخاری میں صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں ہی لکھیں ہیں۔ آپ کے نزدیک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فیصلے اور ائمہ کے اقوال کوئی علمی سند نہ رکھتے تھے۔ آپ صرف حدیث کی بات کرتے ہیں، باقی کسی سے سند جواز فراہم نہیں کرتے، ان نادانوں کی یہ بات بالکل غلط ہے اور یہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر ایک بے بنیاد الزام ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں جو لوگ ائمہ علم سمجھے جاتے تھے دور اوّل میں ان کے اقوال سے دین کی سند اسی طرح لی جاتی تھی جس طرح آج مدارس میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (۱۵۰ھ) اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ (۱۷۹ھ) کے اقوال سے

سند لی جاتی ہیں اور ان سب کا مقصد ان ائمہ کی رہنمائی سے کتاب وسنت تک پہنچنا ہی ہوتا ہے۔ ان ائمہ کو بالذات کوئی اپنا مطاع نہیں سمجھتا۔ امت اسلامی ان کے واسطہ سے اصل چشمہ شریعت (کتاب وسنت) کی ہی پیروی کرتی آئی ہے۔

آپ حضرات صحیح بخاری میں ایسے کئی واقعات پڑھ چکے ہوں گے، آج کی اس مجلس میں آپ پھر ایک مرتبہ ان امور پر توجہ کریں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

عن عکرمة ان اهل المدینة سألوا ابن عباس عن امراة طافت ثم حاضت قال لهم تنفر قالوا لا ناخذ بقولك وندع قول زید۔ (صحیح بخاری ج۱ ص ۲۳۷)

"مدینہ کے لوگوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کوئی عورت اگر حج کے آخری رکن طواف افاضہ سے فارغ ہوچکی اور پھر اس کے ایام شروع ہو گئے تو کیا وہ وطن واپس لوٹ سکتی ہے آپ نے فرمایا ہاں! اس پر طواف وداع نہیں انہوں نے کہا ہم آپ کے قول کو نہ لیں گے اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا قول نہ چھوڑیں گے۔"

اس سے اسلام کے دور اوّل کا پتہ چلتا ہے کہ اس وقت بھی دین کی سند اقوال ائمہ سے چلتی تھی اور عہد تابعین میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی تقلید ہوتی تھی۔ ان دنوں ائمہ کے اقوال کی پیروی ہرگز گناہ نہ سمجھی جاتی تھی۔ اگر ایسا ہوتا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فوراً کہتے کہ تم نے یہ قول کی بات کیوں کی؟ اس سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کا پتہ چلتا ہے کہ ان کے ہاں اہل علم کے قول پر فتوے دینا اور لینا ہرگز کوئی عیب نہ سمجھا جاتا تھا۔

معلوم نہیں آج کل کے اہل حدیث نے فقہاء کے قول سے سند لینے کو

گناہ کیوں سمجھ رکھا ہے۔ اسے گناہ کہنے پر قرآن وحدیث سے کوئی تو دلیل چاہئے اور ظاہر ہے کہ وہ کوئی نہیں ہے۔

اسی طرح پوتے کی وراثت کے بارے میں باب میراث ابن الابن اذا لم یکن ابن میں آپ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا قول لائے ہیں:

قال زید ولد الابناء بمنزلة الولد اذا لم یکن دونھم ولد ...... ولایرث ولد الابن مع الابن۔

(صحیح بخاری ج۲ ص ۹۹۷)

سو دیکھئے جہاں صریح حدیث نہ ملے وہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال تعلیقا لاتے ہیں یا نہ؟ سو یہ کہنا ہرگز درست نہیں کہ ان دنوں صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال پر فیصلے نہ دئے جاتے تھے۔ ہاں! حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جب کوئی صحیح اور صریح بات مل جائے تو پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کسی قول پر فیصلہ نہ دیا جائے گا بشرطیکہ یہ علم ہو کہ وہ روایت اس صحابی کو نہیں پہنچی اور اگر پہنچی ہو تو اسے اس حدیث کے شارح ہونے کا حق برابر حاصل رہے گا اور ہو سکتا ہے کہ بات پھر اسی کی چلے۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح میں احادیث نبوی کے ساتھ ساتھ اہل علم کے اقوال بھی بطور سند بیان کئے ہیں۔ اگر آپ کے ہاں فقہاء کے اقوال سے سند لینا جرم ہوتا تو آپ اپنی صحیح میں ان اقوال کا کبھی ذکر نہ کرتے بلکہ ان لوگوں کے اس عمل کو کھلی تنقید کا نشانہ بناتے۔

☆...... ہاتھی دانت کے استعمال کا جواز

کچھ لوگوں کے ہاں یہ مسئلہ زیر بحث آیا کہ مردار کی ہڈی (جیسے ہاتھی دانت) سے ہم کوئی فائدہ اٹھا سکتے ہیں یا نہیں اس مسئلہ میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث نہ تھی، انہوں نے بتایا کہ ایسے موقع پر کیا کرنا

چاہیئے؟ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۰ھ) جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (۱۵۰ھ) اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ (۱۷۹ھ) کے استاد تھے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ان سے نقل کرتے ہیں:

قال الزهری فی عظام الموتی نحو الفیل وغیره ادرکت ناسا من سلف العلماء یمتشطون بها ویدهنون فیها لایرون به بأسا وقال ابن سیرین لابأس بتجارة العاج۔

(صحیح بخاری ج۱ ص ۳۷)

''امام زہری رحمۃ اللہ علیہ مردار کی ہڈیوں (جیسے ہاتھی کے دانت) کے بارے میں کہتے ہیں میں نے علماء سلف میں کئی حضرات کو ہاتھی دانت کی کنگھیاں کرتے پایا اور انہیں اس میں تیل رکھتے دیکھا اس میں وہ کوئی حرج نہ سمجھتے تھے امام ابن سیرین کہتے ہیں ہاتھی دانت کی تجارت جائز ہے۔''

آپ ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

قال یحی بن سعید الانصاری ماادرکت فقهاء ارضنا الا یسلمون فی کل اثنتین من النهار (صحیح بخاری ج۱ ص ۱۵۵)

یہاں اپنے علاقے کے فقہاء اور ان سے سند لینے کا صریح اقرار ملتا ہے اب آپ ہی سوچیں اسے بلادلیل کیسے گناہ سمجھا جاسکتا ہے

اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں فقہاء کی عظمت تھی اور آپ کے نزدیک فقہاء کی بات لینا کوئی جرم نہ تھا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ دور تابعین کے ائمہ علم جیسے امام زہری رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۰ھ) امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ (۹۶ھ) کے فتوؤں پر عمل کرنے میں ہرگز کوئی گناہ نہ سمجھتے تھے لیکن یہ تب تھا کہ ان اقوالِ ائمہ کے خلاف کوئی صریح حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور عمل

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نہ ملے۔

☆......ایک شبہ اور اس کا جواب

اس دور کے بعض اہلحدیث یہ کہتے ہیں کہ ہمیں ان فقہاء کی پیروی سے انکار نہیں جن کے اقوال سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سند لائے ہیں ہمارا اختلاف ائمہ اربعہ کی پیروی سے ہے۔ آپ ان طلبہ کو یہ کہیں کہ تمہارے بڑوں نے تو یہ بات نہیں کہی وہ تو مطلق فقہاء کی پیروی کو شرک قرار دیتے رہے ہیں۔ ان کے مولانا محمد ابوالحسن کہتے ہیں:

"تقلید خواہ ائمہ اربعہ میں کسی کی ہو خواہ ان کے سوا کسی اور کی۔ شرک ہے۔" (الظفر المبین ص ۲۰)

اس سے کسی طالب علم سے یہ بات چھپی نہ رہے گی کہ اس دور کے اہلحدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک پر ہرگز نہیں ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جگہ جگہ فقہاء کے اقوال لاتے ہیں اور یہ لوگ برسر عام کہتے ہیں کہ دو ہاتھوں کے ساتھ تیسرا ہاتھ کہاں سے آ گیا، ان کے مولانا محمد جوناگڑھی لکھتے ہیں:

"برادران! آپ کے دو ہاتھ ہیں اور ان دونوں میں دو چیزیں شریعت نے دی ہیں ایک میں کلام اللہ اور دوسرے میں کلام رسول اللہ اب نہ تیسرا ہاتھ ہے نہ تیسری چیز۔"

(طریق محمدی ص ۱۹)

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں یہ سوال اٹھا کہ اگر کوئی بات قرآن اور حدیث میں نہ ملے تو وہاں ہم کس چیز پر عمل کریں تو آپ غور کریں کہ یہ شخص کس طرح آنکھیں بند کر کے تیسری مد جس میں اجتہاد سے فقہ کی راہوں پر چلنا پڑے کا کھلا انکار کر رہا ہے۔

اب جب صحیح بخاری میں امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرھما کے اقوال آتے ہیں تو یہ کہہ کر کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ بہت لمبے ہیں یہ لوگ اپنے آپ کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک سے یکسر نکال لیتے ہیں۔ صحیح بخاری کس طرح ان ائمہ کے اقوال سے بھری پڑی ہے۔ اسے مولانا محمد ابراہیم میر کے ان الفاظ میں دیکھیں:

''امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح میں اجتہادی مسائل میں امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال کثرت سے اور عزت سے دیگر علمائے تابعین کے ساتھ ذکر کرتے ہیں جس طرح صحیح بخاری قال الحسن البصری سے بھری پڑی ہے اسی طرح وقال ابراھیم وقال النخعی سے بھری پڑی ہے کسی کو ان کی بزرگی سے انکار نہیں۔'' (تاریخ اہل حدیث ص ۴۷)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حماد بن زید رحمۃ اللہ علیہ (۱۷۹ھ) سے استناد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

باب الاخذ بالیدین وصافح حماد بن زید ابن المبارک بیدیہ۔ (صحیح بخاری ج۲ ص ۹۲۶)

''دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنا حماد بن زید نے حضرت عبداللہ بن مبارک سے اپنے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا۔''

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے والد نے بھی حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا تھا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

سمع ابی من مالک بن انس ورأی حماد بن زید وصافح ابن المبارک بکلتا یدیہ۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۳۹۲)

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ صحیح بخاری میں صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں ہیں وہ ان حوالوں کو دیکھیں اور پھر انصاف سے بتائیں کہ کیا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ حدیث وہی ہے جو آج کل کے اہلحدیث صحیح بخاری کے نام سے لوگوں کو بتاتے رہتے ہیں؟ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جس طرح حجاز میں علم حدیث پاتے رہے۔ آپ عراق میں بھی اسی عقیدت سے محدثین کی ایک پوری جماعت کے ساتھ طلب حدیث میں سفر کرتے رہے ہیں۔

☆......اصح الکتب بعد کتاب اللہ کونسی کتاب ہے

صحت میں کسی کتاب کو اللہ کی کتاب سے نسبت نہیں کتاب اللہ کا پورا صحیح ہونا قطعی اور یقینی درجے میں ہے اور حدیث کی کوئی کتاب کتنی ہی صحیح کیوں نہ ہو اس کی صحت پھر بھی کسی نہ کسی پہلو سے زیر بحث آجاتی ہے۔

پہلے دور کی کتب حدیث میں موطا امام مالک کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہا گیا ہے اور اس کے کہنے والے ایک جلیل القدر مجتہد امام شافعی ہیں رحمۃ اللہ علیہ اور اس کا نام موطا بھی اس کی خبر دیتا ہے کہ اس کتاب پر وقت کے تمام اہل علم کا اتفاق ہو چکا۔ اہل عراق کی طرف سے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور اہل حجاز کی طرف سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اس کی صحت پر منظوری دے چکے پھر بھی اس میں کتنی روایات مرسل اور منقطع ہیں اور کتنی بلاغات ہیں جنہیں امام مالک بلغنی کہہ کر روایت کرتے ہیں، بایں ہمہ تمام اہل علم نے اس کی روایات کو بالاتفاق قبول کیا ہے اور مجتہد کا کسی روایت کو قبول کرنا خود اس کی طرف سے اس کی تصحیح ہے۔ حدیث کی سند صرف اسناد سے قائم نہیں ہوتی، کسی مجتہد کے اسے قبول کرنے سے بھی اس کی صحت کا پتہ چل جاتا ہے، موطا کا نام موطا اس کی تصدیق کرتا ہے۔

پھر بھی اکابر محدثین نے مؤطا کی تمام مرسل اور منقطع احادیث پر نظر کی اور دوسرے طرق سے ان سب کو متصل اور مسند پایا حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۷۶ھ) لکھتے ہیں:

''امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعد کلام اللہ سب کتابوں میں زیادہ صحیح امام مالک کی مؤطا ہے...... مؤطا کی تمام حدیثیں صحیح ہیں اور محدثین کی رائے میں اس میں کوئی حدیث مرسل اور منقطع ایسی نہیں ہے کہ دیگر طرق سے اس کی سند متصل نہ ہوئی ہو اس وجہ سے اس کی تمام حدیثیں صحیح ہی ہیں۔'' (حجۃ اللہ البالغۃ ج۱ص ۳۵۰)

اس کے تقریباً ایک صدی بعد صحیح بخاری اس شان سے مدون کی گئی کہ اس دور میں اسے بھی اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہا گیا، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کے رواۃ میں کذاب درجے کا کوئی راوی نہیں آیا ہو صحیح بخاری کا کتاب الرقاق آپ پڑھ آئے ہیں، کیا اس کتاب کی ایک حدیث کی سند میں اسید بن زید نہیں جو ہشیم بن بشیر سے روایت کرتا ہے (صحیح بخاری ج۲ ص ۹۶۸)۔ یہ راوی شیعیت شدیدہ سے مجروح ہے۔ امام الجرح والتعدیل یحی بن معین اسے کذاب کہتے ہیں۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اسے متروک کہتے ہیں۔ امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ اسے ضعیف الحدیث کہتے ہیں، تاہم وہ مقرون بالغیر کے درجے میں صحیح بخاری میں موجود ہے شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

عن ابن معین کذاب اثبته ببغداد فسمعته یحدث باحادیث کذب۔(تهذیب التهذیب ج۱ ص ۳۴٤)

امام یحی بن معین اسے بغداد کا کذاب کہتے تھے وہ کہتے ہیں میں نے

اسے بہت سی جھوٹی حدیثیں روایت کرتے سنا ہے۔ اب کیا کوئی عالم اس کے صحیح بخاری میں ہونے سے انکار کرسکتا ہے؟

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ جبر نقصان ایک دوسرے ثقہ راوی حصین بن عبدالرحمٰن سے کرتے ہیں۔ سو اس سے صحیح بخاری کی عظمت مجروح نہیں ہوتی تاہم یہ صحیح ہے کہ مؤطا امام مالک میں کوئی اس قسم کا کذاب راوی نہیں ہے۔

یہ تھوڑی سی تفصیل اس لئے کردی گئی تاکہ طلبہ کے سامنے کسی کتاب کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہنے کا پس منظر بھی رہے تاہم اس میں شک نہیں کہ صحیح بخاری اپنی جامعیت حسن تدوین اور شان تبویب میں پہلے دور کی سب کتب حدیث پر سبقت لے گئی ہے۔

شیعہ کتب حدیث صحاح ستہ سے مختلف ہیں ان کا سلسلہ حدیث اہل سنت سے بالکل علیحدہ ہے ان کے ہاں کسی کتاب کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ نہیں کہا گیا لیکن اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے قدماء میں خود کلام اللہ کے بارے میں ہی اس کی پوری صحت پر اتفاق نہیں رہا ملا محمد بن یعقوب کلینی ایک طرف رہے اور شیخ صدوق اور شیخ شریف مرتضٰی کو دوسری طرف بتلایا جاتا ہے، سو ان کے ہاں کوئی کتاب اس درجے میں نہیں لائی جاسکی، جن کے ہاں کتاب اللہ کی ہی اجماعی صحت نہیں ان کے ہاں اصح الکتب بعد کتاب اللہ کا تصور کہاں نظر آسکتا ہے۔

☆......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ محدثین کوفہ کی خدمت میں

امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کون ہیں؟ امام اہل کوفہ ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو اہل کوفہ سے اصولاً کوئی بوجھ ہوتا تو آپ صحیح بخاری میں اہل کوفہ کی کوئی بات کبھی نہ لیتے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو اہل کوفہ سے کوئی تعصب نہ تھا۔ آپ جس طرح امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۰ھ) کے اقوال لیتے ہیں۔ صحیح بخاری میں امام ابراہیم نخعی

رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال بھی کوئی ان سے کم نہیں ہیں۔ معروف اہل حدیث عالم مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی مرحوم لکھتے ہیں:

''اگر کسی ناقص العلم اور متعصب، کو (امام ابراہیم النخعی) کی بزرگی میں کلام ہوتو وہ اپنے دل کا علاج کرے۔''

(تاریخ اہل حدیث ص ۷۴)

ماہر فن رجال علامہ شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (۷۴۸ھ) آپ کا تذکرہ اس طرح کرتے ہیں:

ابوعمران ابراهيم بن يزيد بن قيس الاسود الكوفى روى عن علقمة ومسروق والاسود وطائفة ودخل على عائشة رضى الله عنها وهو صبى اخذ عنه حماد بن أبى سليمان الفقيه وخلق وكان من العلماء ذوى الاخلاص قال مغيرة كنا نهاب ابراهيم كما يهاب الامير قال الاعمش ربما رايت ابراهيم يصلى ثم ياتينا فيبقى ساعة كانه مريض وقال ابراهيم كان صيرفيا فى الحديث وكان يتوقى الشهرة ولايجلس الى الاسطوانة وقال الشعبى لما بلغه موت ابراهيم ماخلف بعده مثله وقال عبدالملك بن ابى سليمان سمعت سعيد بن جبير يقول تستفتونى وفيكم ابراهيم النخعى۔

(تذكرة الحفاظ ج١ ص ٧٠)

''آپ کوفہ کے رہنے والے ممتاز فقیہ تھے علقمہ مسروق اسود اور ایک دوسری جماعت سے علم حاصل کیا۔ ایک دفعہ بچپن میں حضرت عائشہ صدیقہ کے

پاس بھی گئے آپ سے حماد بن ابی سلیمان فقیہ سماک بن حرب حکم بن عتیبہ ابن عون اعمش منصور اور دوسرے لوگ روایت کرتے ہیں۔ آپ کا شمار پرخلوص علماء میں ہوتا ہے مغیرہ کہتے ہیں ہم ابراہیم سے اس طرح ہیبت کھاتے تھے جیسے لوگ حاکم شہر سے ڈرتے ہوں اعمش کا بیان ہے کہ ابراہیم نماز پڑھتے پھر ہمارے پاس آتے تو دیر تک ان پر بیمار کی سی حالت طاری رہتی یہ بھی کہا ہے کہ ابراہیم علم حدیث کے نقاد تھے شہرت سے بچتے تھے، عام علماء کی طرح مسجد کے ستون کے پاس نہیں بیٹھتے تھے امام شعبی کو جب آپ کی موت کی خبر ملی تو فرمایا کہ آپ نے اپنے پیچھے اپنے جیسا کوئی آدمی نہیں چھوڑا۔ سعید بن جبیر سائلین سے کہتے کہ ابراہیم تم میں موجود ہیں اور پھر مجھ سے فتوی پوچھتے ہو؟''

حافظ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ ابراہیم کی مراسیل اہل نقد کے نزدیک صحاح ہیں بلکہ ان کی مراسیل کو ان کی مسانید پر من وجہ فضیلت ہے۔

(امداد الباری ج ا ص ۱۳۹)

یہ سمجھنا کہ عراق میں علم حدیث کم تھا یہ درست نہیں ایسا ہوتا تو امام بخاری کبھی حدیث کی طلب میں کوفہ وبغداد کے سفر نہ کرتے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لا احصی کم دخلت الی الکوفۃ وبغداد مع المحدثین۔

(ھدی الساری ص ٦٦٣)

اور پھر یہ صرف امام بخاری کی بات نہیں آپ کا یہ کہنا کہ میں محدثین کے ساتھ کوفہ گیا بتاتا ہے کہ کوفہ اور بغداد ان دنوں حدیث کے مراکز تھے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو آپ (امام بخاری اور دیگر محدثین) کوفہ وبغداد میں کیوں بار بار تشریف لے جاتے رہے۔

حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے جب ان کے بیٹے امام عبداللہ (۲۹۰ھ) نے

پوچھا کہ طلب علم کے لئے ایک ہی استاد کے پاس رہنا چاہئے یا دیگر مقامات پر بھی علم کی طلب میں جانا چاہئے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سفر کرنا چاہئے اور اہل کوفہ، اہل بصرہ اور اہل مکہ و مدینہ سے علم کو لکھنا چاہئے۔

یرحل ویکتب من الکوفیین والبصریین واھل المدینة ومکة۔ (تدریب الراوی ص ۱۷۷)

شیخ ابو محمد رامہرمزی رحمۃ اللہ علیہ (۳۶۰ھ) امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

اتیت الکوفة فرایت فیھا اربعة آلاف یطلبون الحدیث اربع مائة قد فقھوا۔ (المحدث الفاصل ص ۵۶۰)

علم حدیث کے ایک بڑے شیخ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ (۶۷۶ھ) ہیں۔ آپ نے صحیح مسلم کی ایک بڑے پائے کی شرح لکھی ہے، مسلکاً آپ شافعی ہیں، شرح صحیح مسلم میں آپ کوفہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

والکوفة ھی البلدة المعروفة ودار الفضل ومحل الفضلاء بناھا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنه۔

(شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۸۵)

"کوفہ ایک معروف شہر ہے وہ علم و فضل کا گھر ہے وہاں علماء فضلاء اترتے ہیں اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بسایا تھا۔"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حکم سے ۱۷ ہجری میں کوفہ کی بنیاد رکھی گئی اور اس میں ہزاروں صحابہ اقامت پذیر ہوئے۔

وکانت الکوفة معسکرا فی زمن عمر بن الخطاب لعله ورد فیھا الوف من الصحابة رضی اللہ عنھم وفی فتح

القدير باب المياه ان القرقيسية نزل فيها ست مائة من الصحابة رضی الله عنهم وهی قرية من الكوفة فاذا وردوا فی القرية مثله فاقدروا حال الكوفة وعند الدولابی فی الاسماء والكنی انه نزل فی الكوفة الف وخمس مائة من الصحابة ۔(البدر الساری ج۲ ص ۲۵٦)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں کوفہ فوجی چھاؤنی تھا اس لئے اندازہ یہ ہے کہ اس میں ہزاروں صحابہ تشریف لائے ہوں گے، فتح القدیر کے باب المیاہ میں ہے کہ قرقیسیہ میں چھ سو صحابہ وارد ہوئے جب ایک قریہ کا یہ حال ہے تو اسی سے کوفہ کا اندازہ لگالو۔

وذكر العجلی انه توطن الكوفة وحدها من الصحابة نحو الف وخمس مائة صحابی بينهم نحو سبعين بدريا سوی من اقام بها ونشر العلم بين ربوعها ثم انتقل الی بلد آخر فضلا عن باقی بلاد العراق......وعن قتادة نزل الكوفة الف وخمسون منهم اربعة وعشرون بدريون۔

(تدريب الراوی ص ٤٠٦)

”عجلی نے ذکر کیا ہے کہ کوفہ کو تقریباً پندرہ سو صحابہ نے وطن بنایا جن میں تقریبا ستر بدری صحابہ تھے ان کے علاوہ بہت سے صحابہ آئے اور اشاعت علم کے بعد کوفہ سے منتقل ہو گئے مزید برآں عراق کے دوسرے شہروں میں بھی صحابہ آئے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ کوفہ میں ایک ہزار پچاس صحابہ آئے جن میں چوبیس بدری تھے۔“ (امداد الباری ج ۱ ص ۱۱۹)

☆......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے کوفہ کے شیوخ حدیث

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں جن شیوخ سے بلاواسطہ روایت کی ہے اس میں ایک بڑی تعداد ان محدثین کی ہے جو کوفہ کے تھے صحیح بخاری کی سندوں میں جگہ جگہ آپ کو شہر کوفہ کا محدث نظر آئے گا اور اس میں ایسی روایتیں بھی موجود ہیں جن کی سند میں صرف کوفہ ہی کے محدث ہیں یہاں اس کی یہ چند مثالیں سامنے رکھئے۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ باب ای الاسلام افضل کے تحت حدیث کی سند یہ لائے ہیں:

حدثنا سعید بن یحی بن سعید الاموی القرشی قال ثنا ابی قال ثنا ابوبردة بن عبدالله بن ابی بردة عن ابی بردة عن ابی موسی۔ (الحدیث ، صحیح بخاری ج ۱ ص ٦)

شارحین حدیث حضرت علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ (۸۵۵ھ) اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (۸۵۲ھ) اس سند کے بارے میں لکھتے ہیں:

ان اسنادہ کلھم کوفیون۔ (عمدة القاری ج۱ ص ۱۳۵)

ھذا الاسناد کله کوفیون ۔(فتح الباری ج۱ ص ۷٦)

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ باب فضل من علم وعلم کے تحت ایک حدیث کی سند اس طرح لائے ہیں:

حدثنا محمد بن العلاء قال حدثنا حماد بن اسامة عن برید بن عبدالله عن ابی بردة عن ابی موسی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔(صحیح بخاری ج۱ ص ۱۸)

پھر آپ باب الغضب فی الموعظة والتعلیم کے تحت تیسری حدیث کی سند بھی وہی لائے ہیں۔ (صحیح بخاری ج۱ص۱۹)

شارح بخاری علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ اس پر لکھتے ہیں:

هم خمسة قد ذكروا اعيانهم بهذه السلسلة فی باب فضل من علم وعلم وكلهم كوفيون۔

(عمدة القاری ج۲ ص ۱۱۳)

علامہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

والاسناد كله كوفيون ۔(فتح الباری ج۱ ص ۲۳۲)

حضرت امام بخاری نے باب لایستنجی بروث کے ذیل میں جو حدیث روایت کی ہے، اس کی سند دیکھئے:

حدثنا ابونعيم قال حدثنا زهير عن ابی اسحاق قال ليس ابوعبيدة ذكره ولكن عبدالرحمن بن الاسود عن ابيه انه سمع عبدالله يقول۔(الحدیث،صحیح بخاری ج۱ ص۲۷)

اس حدیث کی سند میں چھ راوی ہیں یہ سب کے سب کوفی ہیں علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان رواته كلهم ثقات كوفيون۔(عمدة القاری ج۲ ص ۳۰۲)

والاسناد كله كوفيون۔ (فتح الباری ج۱ ص ۳۴۱)

حدثنی عثمان بن ابی شيبة حدثنا جرير عن منصور عن ابی وائل عن مسروق عن عائشة قالت دخلت علی عجوزان من عجز يهود المدينة ......

(الحدیث، صحیح بخاری ج۲ ص ۹۴۲)

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ باب التعوذ من عذاب القبر کے تحت ایک حدیث کی سند اس طرح لاتے ہیں:

حدثنی عثمان بن ابی شیبة حدثنا جریر عن منصور عن ابی وائل عن مسروق عن عائشة قالت دخلت علی عجوزان من عجز یهود المدینة۔

(الحدیث صحیح بخاری ج۲ ص ۹۴۲)

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (۸۵۲ھ) اس سند کے بارے میں لکھتے ہیں:

ورجال الاسناد کلھم کوفیون الی عائشة ۔

(فتح الباری ج۱۱ ص ۲۰۹)

حضرت امام شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (۷۴۸ھ) کی کتاب تذکرۃ الحفاظ سے پتہ چلتا ہے کہ حدیث کے کتنے ائمہ ایسے گزرے ہیں جن کا وطن کوفہ تھا یا وہ محدثین کوفہ میں رہائش پذیر ہوئے۔ آپ نے اس کتاب میں ان محدثین کے نام کے ساتھ الکوفی یا نزیل الکوفۃ لکھ کر یہ بتایا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا بسایا اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی علمی رونق سے جگمگاتا شہر کوفہ علم حدیث کا تاریخی مرکز رہا ہے۔

☆......امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کوفی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے دادا استاد

صحیح بخاری پڑھنے والے طالب علموں سے یہ بات مخفی نہ ہوگی کہ صحیح بخاری میں ان روایتوں کو سب سے اعلیٰ سمجھا گیا ہے جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان صرف تین واسطے ہیں۔ ان روایتوں کو ثلاثیات کہا جاتا ہے۔ صحیح بخاری میں ان روایتوں کی تعداد۲۲ ہیں جن میں سے گیارہ روایتیں حضرت امام مکی بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ (۲۱۵ھ) چھ روایات امام ابوعاصم النبیل رحمۃ اللہ علیہ (۲۱۲ھ) تین امام عبداللہ الانصاری رحمۃ اللہ علیہ (ھ) سے ایک خلاد بن یحی الکوفی

رحمۃ اللہ علیہ (ھ) سے اور ایک امام عصام بن خالد الحمصی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہیں۔

امام مکی بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو عاصم النبیل رحمۃ اللہ علیہ کون ہیں؟ حدیث کے یہ دونوں شیخ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اونچے درجہ کے شاگرد ہی نہیں، بلکہ فقہ حنفی کی تدوین کے شرکاء میں سے ہیں نیز حضرت محمد بن عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ آپ بصرہ کے رہنے والے تھے پھر اس بات کا بھی انکار نہیں ہوسکتا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شیوخ حدیث میں امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے ارشد تلامذہ بھی ہیں۔ اس سے طلبہ حدیث اندازہ کرسکتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کوفہ کے شیوخ حدیث سے کس قدر استفادہ کیا ہوگا۔

☆......شہر کوفہ کے کل اور آج کا فرق

یہاں یہ بات پیش نظر رکھیں کہ کوفہ جو آج کل شیعہ علماء کا مرکز بنا ہوا ہے اس کی یہ مرکزیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے وقت سے نہیں چلی آرہی ہے، ورنہ حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کبھی اپنے بیٹے کو نہ کہتے نہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کبھی محدثین کے ساتھ کوفہ جاتے اور نہ حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ (۶۷۶ھ) اپنے عہد میں اسے محل الفضلاء بتاتے۔ سو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد امجاد جو ایک مدت تک کوفہ میں متوطن رہے، سب اہل سنت کے مسلک پر تھے۔ عراق صدیوں سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی وجہ سے اہل سنت کا مرکز رہا ہے اور آپ کا علمی رُعب اور فقہی دبدبہ سب پر چھایا ہوا تھا۔

کوفہ کے سب سے بڑے عالم علامہ شعبی رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۳ھ)، حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (۱۵۰ھ) اور امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ (۱۶۱ھ) اہل سنت کے ائمہ مانے جاتے ہیں، البتہ پہلے دور میں یہودیوں کے چند کارندے اور ایجنٹ اپنے

سیاسی مقاصد کے لئے ضرور یہاں گھسے ہوئے تھے، جنہوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو یہاں بلایا اور پھر انہیں دھوکہ دے کر وہ کھلے طور پر وہ یزید کے ساتھ ہو گئے تھے۔

پھر ایران جب صفوی اقتدار میں آیا تو اس کے بعد کوفہ میں صفویوں کے نمائندے کثرت سے آ آباد ہوئے، ورنہ اس سے قبل بقول تہران یونیورسٹی کے پروفیسر سعید نفیسی خود ایران میں بھی تین چوتھائی آبادی احناف کی تھی۔

(تاریخ تکامل نثر فارسی)

کوفہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے استاد حماد بن ابی سلیمان رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۰ھ) بھی تھے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں امام حماد رحمۃ اللہ علیہ سے بھی کئی جگہ مسائل لئے ہیں، یہ چند مثالیں سامنے رکھیں۔

قال حماد لابأس بریش المیتة۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۷)

انصاف کیجئے! امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کسی مسئلہ میں امام حماد رحمۃ اللہ علیہ سے سند لیں تو اسے عیب مانا جائے کہ یہ حدیث کی بجائے قول سے کیوں استناد کرتے ہیں اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ انہی امام حماد رحمۃ اللہ علیہ سے سند لیں اور اپنی صحیح میں اسے بیان کریں تو اسے عیب نہ سمجھا جائے۔ یہ لینے اور دینے کے الگ الگ ترازو آخر کس بات کی غمازی کرتے ہیں؟ کیا اہل علم کو یہ بات زیب دیتی ہے کہ وہ ایک بات پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تو تعریف کریں اور اس پر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو مورد طعن بنادیں۔ فالی اللہ المشتکی

☆......امام حماد بن ابی سلیمان رحمۃ اللہ علیہ......محدثین کی نظر میں

حضرت حماد بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید اور ان کے علوم کے وارث تھے۔ آپ کوفہ کے رہنے والے تھے عبدالملک بن ایاس

شیبانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ آپ کے بعد ہم کس سے مسائل دریافت کریں تو آپ نے فرمایا حماد سے۔

قلت لابراهيم من نسأل بعدك قال حمادا ۔

آپ حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کے تمام شاگردوں میں افقہ ہیں۔

وكان افقه اصحاب ابراهيم وفي المغني كان اعلمهم برأي النخعي ۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے جب امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ حماد افقه من الزهری تو امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی تردید نہیں کی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ آپ کی علمی عظمت کے پورے قائل تھے، آپ کتاب الصوم میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

وقال سعيد بن المسيب والشعبي وابن جبير وابراهيم وقتادة وحماد يقضي يوما مكانه۔

(صحیح بخاری ج۱ ص ۲۵۹)

صحیح مسلم کی ایک سند دیکھئے:

حدثنا منصور وسليمان وحماد عن ابراهيم عن الاسود عن عائشة۔ (صحیح مسلم ج۲ ص ۱۶۵)

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کو اپنی سند میں لاتے ہیں اسے دیکھئے:

عن حماد عن ابراهيم عن الاسود ان عائشة۔

(سنن ابی داؤد ج۱ ص ۵۳)

جامع ترمذی کی ایک سند ملاحظہ کیجئے:

وروى حماد بن ابي سليمان وعاصم بن بهدلة عن ابي

وائل عن المغیرۃ بن شعبة عن النبی ﷺ۔

(جامع ترمذی ج۱ ص ٤)

سنن نسائی کی ایک سند دیکھئے:

حدثنا منصور وحماد عن ابی وائل عن عبداللہ بن مسعود عن النبی ﷺ۔ (سنن نسائی ج۱ ص ۱۷٤)

سو یہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر بڑا اتہام ہے کہ آپ فقہاء کے اقوال سے ذہناً متنفر تھے۔ ایسا ہوتا تو بتائیں کہ پھر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جگہ جگہ صحابہ اور تابعین کے اقوال کیوں لائے ہیں اور کیوں ان کے اقوال سے مسئلہ بیان کرتے ہیں فقہاء کی گو یہ تقلید شخصی نہ تھی لیکن نفس تقلید سے تو دائرہ امت کبھی خالی نہیں رہا یہ تقلید ہی ہے جس نے بیسیوں اجتہادی اختلافات کے باوجود امت کو ایک رکھا اور انہوں نے اپنی علیحدہ علیحدہ مسجدیں نہ بنائیں۔

راہ آباء رو کہ ایں جمعیت است
معنی تقلید ضبط ملت است

☆......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور سلف صالحین کی پیروی

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ذہناً سلف صالحین کی پیروی میں چلتے ہیں۔ سلف کی پیروی میں وہ کوئی عار نہ سمجھتے تھے اور خود اپنے امام بننے میں بھی وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مسلک پر تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ دعا آپ نے بارہا سنی ہوگی۔

الحمد للہ الذی جعل الدین قواما وجعل ابا هریرة اماما

(حلیة الاولیاء ج۱ ص ٤٦٥)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کتاب الاعتصام بالسنة میں باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ میں واجعلنا للمتقین اماما (پ۱۹ سورۃ الفرقان) کا معنی ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں۔ یہاں اپنے ائمہ ہونے کی دعا ہے تو پہلوں کو اپنا امام

ماننے میں کون سی قباحت ہوسکتی ہے۔ مقام عبرت ہے کچھ تو اس قرآنی ہدایت سے سبق لیجئے آج آپ کے آخری درس میں آپ کیلئے زندگی بھر کا ایک درس ہے:

ائمة نقتدی بمن قبلنا ویقتدی بنا من بعدنا۔

(صحیح بخاری ج۲ ص ۱۰۸۰)

"اے اللہ! ہمیں امام بنا یہ اس طرح کہ ہم اپنے سے پہلے ائمہ کی پیروی کریں اور ہمارے بعد والے ہماری پیروی کریں۔"

اس سے پتہ چلتا ہے کہ کسی دینی رہنما کو امام کہنا کوئی عیب نہیں ہے۔ حضور ﷺ کے علاوہ کسی اور کیلئے امام کا لفظ لانا کوئی جرم ہوتا تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کبھی اپنے لئے امام بننے کی دعا نہ کرتے اور نہ اس پر کبھی خدا کی حمد وثناء کرتے اور قرآن کبھی ...... واجعلنا للمتقین اماما ...... کی ہدایت نہ کرتا کہ اے اللہ! ہمیں نیک لوگوں کا امام بنا، وہ ہماری تقلید میں چلیں اور ہم اپنے سے پہلوں کی پیروی میں رہیں۔

☆...... ضعیف حدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں

برطانیہ کی مسجدوں اور کالجوں میں آپ کو کئی نوجوان ایسے ملیں گے جو صحیح بخاری ہاتھ میں لے کر دوسرے مسلمانوں کو کہتے ہیں کہ ہماری نماز صحیح ہے اور تمہاری نماز ضعیف ہے تم لوگ ضعیف حدیثوں پر عمل کرتے ہو اور ہماری نماز صحیح بخاری کی روشنی میں ہے اور صحیح بخاری میں کوئی بھی ضعیف حدیث نہیں ہے۔ ان نوجوانوں کی یہ بات ہمیں تسلیم نہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح میں بیشک اس کا اہتمام کیا ہے کہ وہ ایسی حدیثیں روایت کریں جو سنداً صحیح ہوں مگر آپ نے کبھی نہیں کہا کہ ضعیف حدیثیں لائق ردّ ہیں۔ یہ بات اہل علم جانتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الادب المفرد میں بے شمار ضعیف حدیثیں روایت کین ہیں اور کسی نے نہیں

کہا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کتاب لائق ردّ ہے، اس لئے کہ اس میں ضعیف حدیثیں ہیں جو لوگ ضعیف روایات کا مطلقا انکار کرتے ہیں اور اسے نفرت کا نشانہ بناتے ہیں وہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک پر نہیں ہیں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی ضعیف روایات کا اصولا انکار نہیں کیا۔

اگر ان لوگوں کی یہ بات تسلیم کی جائے کہ جو روایت سندا ضعیف ہے وہ حدیث بھی ضعیف ہے اور وہ لائق رد ہے تو انہیں بتانا پڑے گا کہ امام بخاری نے صحیح بخاری میں پھر ضعیف راویوں سے کیوں بعض حدیثیں روایت کی ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمۃ الباب میں تو کئی کمزور روایتیں روایت کی ہیں، آپ ایک جگہ لکھتے ہیں:

ویذکر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قضی بالدین قبل الوصیة۔

(صحیح بخاری ج۱ ص ۳۸٤)

”کہا جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مرنے والے کی وصیت نافذ کرنے سے پہلے میت پر جو قرض تھا اسے ادا کرنے کا حکم دیا۔“

یہ حدیث ضعیف ہے۔ شارح بخاری مولانا احمد علی سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ اس پر لکھتے ہیں:

هذا طرف من حديث اخرجه الترمذی وغیرہ من طریق الحارث الاعور وهو ضعيف۔ (حاشیہ صحیح بخاری)

حضرت مولانا سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے اس بیان سے اتفاق نہ ہو تو حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ سے سن لیجئے آپ حنفی نہ تھے شافعی المسلک تھے، آپ اس حدیث پر لکھتے ہیں:

وهو اسناد ضعيف۔ (فتح الباری ج۵ ص ٤٧٤)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کتاب الرقاق کے باب یدخل الجنة سبعون الفا بغیر حساب کے ذیل میں ایک حدیث اس سند سے روایت کرتے ہیں:

حدثنی اسید بن زید قال حدثنا هشیم۔

(صحیح بخاری ج۲ ص ۹۶۸)

امام شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (۷۴۸ھ) اسید بن زید رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

کذبه ابن معین وقال النسائی متروك وقال ابن عدی عامةمایرویه لایتابع علیه وقال ابن حبان یروی عن الثقات المناکیر ویسرق الحدیث وروی عباس عن یحی قال ذهبت الیه الی الکرخ ونزل دار الحذائین فاردت ان اقول یا کذاب ففرقت من سفار الحذائین۔

(میزان الاعتدال ج۱ ص ۴۲۰، ج۱ ص ۳۵۴)

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

”یحی بن معین کہتے ہیں اسید بن زید کذاب ہے امام نسائی کہتے ہیں متروک الحدیث ہے ابن حبان کہتے ہیں کہ وہ ثقہ راویوں کے نام سے منکر احادیث روایت کرتا تھا اور حدیثیں چوری بھی کرتا تھا امام دارقطنی اسے ضعیف الحدیث کہتے ہیں۔“ (دیکھئے تہذیب التہذیب ج۱ ص ۳۴۵)

ڈاکٹر عبدالغفار سلیمان البنداری لکھتے ہیں:

ضعیف و کذبه ابن معین وقال النسائی متروك۔

(موسوعة رجال الکتب التسعة ج۱ ص ۱۳۷ طبع بیروت)

اب جو لوگ ضعیف حدیث کو غلط اور لائق رد کہتے ہیں وہ بتائیں کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں ایک اس قسم کے راوی سے حدیث کیسے روایت کردی۔ سو یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ ضعیف حدیث کا مطلقاً انکار محدثین کا طریقہ نہیں ہے، اگر ایسا ہوتا تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر محدثین کبھی ضعیف حدیث روایت نہ کرتے، کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ سند کے ضعیف ہونے سے یہ ضروری نہیں ہوتا کہ وہ حدیث بھی غلط اور ناقابل عمل ہو ضعیف کو غلط بتانے اور اس کے خلاف شور کرنے کا رواج اس وقت ہوا ہے جب حدیث کی کتابوں کو دو حصوں میں تقسیم کردیا گیا اور وہ تمام روایتیں جو ان کی تحقیق میں ضعیف نظر آئیں وہ سب الگ کردی گئیں، اب جس نوجوان کو یہ پتہ ہو کہ یہ تو ضعیف حدیثیں ہیں تو کیا وہ کبھی ان حدیثوں کو پڑھے گا؟ وہ ان حدیثوں کو کمزور ہی نہ سمجھے گا اسے تو انہیں موضوع کہتے بھی کوئی حیاء محسوس نہ ہوگی۔

دیکھئے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے جامع ترمذی میں صحیح حسن غریب ضعیف ہر قسم کی روایات نقل کیں اور بتایا کہ بہت سی روایتیں سنداً ضعیف حسن وغیرہ ہیں لیکن ساتھ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین اور ائمہ مجتہدین کا نام لے کر واضح کیا ہے کہ یہ روایت ان کے ہاں لائق عمل رہی ہیں اور فلاں فلاں صحابی اور تابعی اس پر عمل کرتے ہیں اور اس باب میں ان کا مذہب ومسلک اس روایت پر ہے اور ایسا اس لئے ہوتا ہے کہ محدثین جانتے ہیں کہ اس حدیث کے متابعات اور شواہد پائے گئے ہیں۔ حافظ محمد بن ابراہیم وزیر یمانی کا بیان دیکھئے:

ان صاحبی الصحیح قد یخرجان من الطریق التی فیہا ضعف لوجود متابعات وشواہد تجبر ذلک الضعف وان لم تورد تلک المتابعات والشواہد فی الصحیحین قصدا

للاختصار والتقريب على طلبة العلم مع ان تلك المتابعات والشواهد معروفة فى الكتب البسيطة والمسانيد الواسعة وربما اشار بعض شراح الصحيحين الى شئى منها۔ (الروض الباسم ج۱ ص ۸۳)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کبھی کبھی طریق ضعیف سے حدیث کی تخریج کرتے ہیں کیونکہ اس کے متابعات وشواہد موجود ہوتے ہیں جن سے اس حدیث کا ضعف جاتا رہتا ہے، اگرچہ وہ متابعات وشواہد صحیحین میں اختصار اور طالب علم کی آسانی کے لئے مذکور نہیں ہوتے کیونکہ وہ متابعات وشواہد بڑی کتابوں اور ضخیم مسندوں میں معروف ومشہور ہوتے ہیں اور بعض اوقات صحیحین کے شارحین ان کی طرف اشارے بھی کرتے جاتے ہیں۔

اب اگر کوئی شخص جامع ترمذی میں سے ان ساری روایات کو نکال دے اور کہے کہ یہ لائق احتجاج نہیں تو آپ ہی بتائیں کیا یہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ سے بدگمان کرنے کی راہ نہیں؟ اور محدثین کے منہج سے یہ کھلی روگردانی نہیں؟ اور کیا یہ کسی کو حق پہنچتا ہے کہ کسی دوسرے کی تالیف کو وہ اپنی بدذوقی سے دوٹکڑے کردے شیخ ناصر الدین البانی نے سنن ابی داؤد اور سنن ابن ماجہ کو دو دو ٹکڑے کر کے اس فن کی کوئی خدمت نہیں کی یہ کتابیں تو لکھی ہی اس لئے گئی تھیں کہ صرف صحیح بخاری سے امت کی دینی ضرورتیں پوری نہ ہوتی تھیں۔

☆......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ صوفیہ کرام اور اہل ذکر میں سے تھے

امام بخاری صحیح بخاری میں پوری شریعت کو لے آئے ہیں اور یہ واقعی ایک جامع کتاب ہے صرف سنن کی کتاب نہیں یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ آپ نے

صحیح بخاری کے دونوں طرف طریقت کی بات کی ہے اور شریعت کو طریقت کی لپیٹ میں لے لیا ہے اور شریعت طریقت کے پیٹ میں رکھ دی ہے شریعت اور طریقت ایک ہی بحرعمل کے دو کنارے ہیں جو بات شریعت کے خلاف ہو مشائخ طریقت اسے کبھی قبول نہیں کرتے۔ تصوف کی ابتداء خلوص نیت سے ہوتی ہے اور اس کی انتہاء ذکر خفی پر۔ زبان پر اس کا کوئی بوجھ نہیں ہوتا۔ ایسا لگتا ہے کہ صوفیہ نے ذکر خفی میں لفظ خفی خفیفتان علی اللسان سے کہیں نہ لیا ہو صحیح بخاری کی ابتداء حدیث انما الاعمال بالنیات سے ہوتی ہے اور انتہاء دو مبارک کلمات کے ذکر پر جو زبان پر کوئی بوجھ نہ ہوں، اس آخری حدیث میں خفیفتان علی اللسان کے ذکر کی تعلیم دی گئی اور شریعت کے دونوں کناروں کو طریقت میں لپیٹ کر رکھ دیا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا کتاب الدعوات بھی ان کے اسی ذوق کا پتہ دیتا ہے۔ ساتویں صدی کے علامہ ناصر الدین احمد بن محمد المعروف بہ ابن منیر الاسکندرانی رحمۃ اللہ علیہ (۶۸۳ھ) لکھتے ہیں:

> فالادب فی الابتداء اخلاص القصد والنیة وفی الانتهاء مراقبة الخواطر۔ (المتواری علی تراجم ابواب البخاری ص ۴۳۳)
>
> ”ابتداء میں پہلا عمل اخلاص نیت ہے (اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابتداء میں انما الاعمال بالنیات روایت کی) اور انتہا دل کے مراقبوں پر ہوتی ہے (اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے آخر میں ان دو کلمات کے ذکر کی تعلیم دی)۔“

☆......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ انوار قبور

اولیاء کرام پر ان کی قبروں میں جو سکون اور رحمت اترتی ہے اس کے آثار کبھی ان کے مقابر پر بھی محسوس کیے گئے ہیں نواب صدیق حسن خان لکھتے

ہیں کہ انہوں نے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے قبر پر اس طرح کے انوار محسوس کیے ہیں، آپ لکھتے ہیں:

”جب میں دہلی میں وارد ہوا تو آپ کی قبر کی زیارت کو گیا اور موضع قبر کو انس وٹھنڈک کا موجب پایا۔“ (ابجد العلوم ص ۹۰۱)

مولانا محمد ابراہیم میر نے بھی اسے بہ پیرایہ عقیدت نقل کیا ہے (دیکھئے تاریخ اہلحدیث ص ۴۴۱)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (۸۵۲ھ) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

روی ابن عدی عن جماعة من المشائخ ان البخاری حول تراجم جامعه بین قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومنبره وکان یصلی لکل ترجمة رکعتین۔ (هدی الساری ص ۶۷۶)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۳۹ھ) لکھتے ہیں:

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کا ارادہ کیا کہ ان حدیثوں کو ان کے مضمون کے مطابق ترتیب دیا جائے (اس کو اصطلاح محدثین میں ترجمۃ الباب کہتے ہیں) تو آپ نے مدینہ منورہ میں قبر مبارک اور منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیانی مقام میں اس اہم کام کو سرانجام دیا۔ (بستان المحدثین ص ۱۷۲)

یہ صرف صحیح بخاری کا معاملہ نہیں آپ نے تاریخ کا کام بھی روضہ اقدس کے قریب شروع کیا تھا امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

و صنف کتاب التاریخ اذ ذاك عند قبر رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فی اللیالی المقمرة۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۴۰۰)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''جب آپ اٹھارہ سال کے ہوئے تو سلسلہ تصنیف شروع
کر دیا اور فضائل صحابہ وتابعین اور ان کے اقوال کا ذخیرہ
فراہم کرنے لگے یہاں تک کہ اس کو ایک مجموعہ کی شکل دے
کر اور مرتب کر کے رسول اللہ ﷺ کے روضہ مبارک پر کتاب
التاریخ کا مسودہ شروع کر دیا۔'' (بستان المحدثین ص ۱۷۱)

اہلحدیث کے معروف عالم وحید الزمان حیدر آبادی بھی اسے جائز سمجھتے تھے۔ آپ مشکل مسائل میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی روح کی طرف رجوع کرتے تھے اور بقول خود ان سے براہ راست صحیح بخاری کے مشکل مقامات کو حل کرتے تھے موصوف صحیح بخاری کے باب **لایجوز نکاح المکرہ** کے تحت لکھتے ہیں:

''یہ مطلب مجھ پر اس وقت ظاہر ہوا جب امام بخاری کی روح
کی طرف رجوع ہوا اور میں نے آپ سے کہا آپ جو
بتلائیں گے وہی لکھ دوں گا اس وقت دفعۃً میرے دل میں یہ
مطلب ظاہر ہوا۔'' (تیسیر الباری ج ۹ ص ۳۰)

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال سمرقند کے ایک گاؤں خرتنگ میں ہوا۔ آپ کا مزار بھی وہیں ہے جبکہ مولانا وحید الزمان حیدر آبادی سمرقند سے ہزاروں میل دور ہندوستان کے شہر حیدر آباد کے شہری ہیں۔ ہزاروں میل دور سے براہ راست افادہ اور استفادہ آپ کے سامنے ہے جو لوگ کسی صاحبِ قبر بزرگ سے روحانی فیض ملنے کو شرک کہتے ہیں۔ معلوم نہیں وہ مولانا وحید الزماں کے بارے میں کچھ کہنے کی جرأت کیوں نہیں کرتے۔

حافظ ابوالقاسم اسماعیل بن محمد تیمی طلحی رحمۃ اللہ علیہ (۵۳۵ھ) اپنے وقت کے معروف محدث اور فقیہ گزرے ہیں۔ آپ صحیح مسلم کے شارح بھی ہیں۔ امام ذہبی

رحمۃ اللہ علیہ آپ کا تذکرہ بڑی عقیدت سے کرتے ہیں۔ آپ نے صحیح مسلم کی شرح اپنے بیٹے حضرت ابوعبداللہ کی قبر کے پاس بیٹھ کر لکھی تھی۔ یہ تبھی تھا کہ آپ اس جوار میں کچھ انوار محسوس کرتے تھے، امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ابوموسیٰ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

میں نے آپ کے ایک شاگرد سے سنا ہے کہ آپ اپنے صاحبزادے ابوعبداللہ کی قبر کے پاس بیٹھ کر صحیح مسلم کی شرح لکھا کرتے تھے جس دن وہ شرح مکمل ہوئی آپ نے ایک عظیم الشان دعوت کا اہتمام کیا تھا۔

(تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص۸۵۹)

☆......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور تبرک بآثار الصالحین

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں انبیاء و اولیاء کے آثار سے برکت لینا کوئی عیب کی بات نہیں سمجھا جاتا تھا آپ کا یہ مسلک صحیح بخاری میں واضح ہے آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مستعمل چیزوں کا ذکر کرتے ہیں اور پھر بتاتے ہیں کہ ان اشیاء سے خلفائے راشدین برکت لیتے تھے جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک آپ کا جوتا مبارک۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمۃ الباب دیکھئے:

باب ماذکر من درع النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعصاہ وسیفه وقدحه وخاتمه وما استعمل الخلفاء بعده من ذلك مما لم تذکر قسمته ومن شعره ونعله وآنیته مما شرك فیه اصحابه وغیرهم بعد وفاته صلی اللہ علیہ وسلم۔

(صحیح بخاری ج۱ ص ۴۳۸)

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زرہ اور عصا اور تلوار اور پیالہ اور انگوٹھی (مہر) کا بیان اور آپ کے بعد جو خلیفہ گزرے انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ اشیاء استعمال کیں اور انہیں تقسیم نہ کیا اور آپ کے

موئے مبارک اور نعلین اور برتنوں کا بیان جن کو آپ کے صحابہ وغیرہ نے آپ کی وفات کے بعد متبرک سمجھا۔"

مولانا وحید الزمان اعتراف کرتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمۃ الباب سے یہ بات ثابت ہوتی ہے، موصوف لکھتے ہیں:

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کل چیزیں متبرک تھیں اس باب سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبروں اور اولیاء کی چیزوں سے برکت حاصل کر سکتے ہیں۔" (تیسیر الباری ج۴ ص۲۵۳)

محدثین کی پھر پوری جماعت اسی مسلک تصوف پر رہی ہے اور بزرگوں کے آثار باقیہ سے برکت لینے کی قائل رہی ہے کسی نے بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اس عقیدے سے انکار نہیں کیا اب دور حاضر کے غیر مقلدوں سے پوچھئے وہ تبرک بآثار الصالحین کو کس طرح شرک ٹھہراتے ہیں اور اس پر دوسروں کو مشرک قرار دینے سے کم کسی چیز پر راضی ہونے کے لئے تیار نہیں مگر وہ یہ کبھی نہیں کہیں گے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہم سے الگ ہے اور اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ غلط راہ چلے ہیں چھٹی صدی کے معروف محدث علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ (۵۴۴ھ) کا بیان دیکھئے:

فکان کل ثابت الایمان منشرح الصدر به یرحل الیها ثم بعد ذلك فی کل وقت الی زماننا لزیارة قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتبرك بمشاهدة آثاره وآثاره الصحابة الکرام فلا یاتیها الا مؤمن۔ (نووی شرح صحیح مسلم ج۱ ص ۸٤)

سو ہر پختہ ایمان اور شرح صدر والا شخص مدینہ منورہ جاتا رہا پھر اس کے بعد سے ہمارے زمانہ تک ہر دور میں ایسا ہی رہا لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت

کے لئے اور وہاں آپ کے آثار باقیہ اور صحابہ کرام کے آثار سے مشاہدہ کی برکت لینے کے لئے آتے رہے ہیں سو وہاں مؤمن کے سوا کوئی نہیں جاتا۔

قاضی عیاض نے اسلام کے دور اوّل سے اپنے زمانے تک کی خبر دے دی ہے۔ اب اس سے اگلی صدی چلیں تو حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ (۶۷۶ھ) بھی اسی بات کی تائید کرتے ہیں۔ گویا آپ کے دور تک سب مسلمان آثار النبی واصحابہ کو باعث برکت سمجھتے تھے اور اس کی طرف دیوانہ وار لپکتے تھے۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے جو بات کہی اس کی صدائے بازگشت دو سو سال بعد سنئے صحیح بخاری کے شارح حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (۸۵۲ھ) سے بھی سنئے۔ آپ حدیث ......ان الایمان لیارز الی المدینة کما تارز الحیة الی جحرھا ......کے تحت لکھتے ہیں:

> وکل مؤمن له من نفسه سائق الی المدینة لمحبته فی النبی فیشمل ذلك جمیع الازمنة لانه فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم للتعلم منه و فی زمن الصحابة والتابعین وتابعیهم للاقتداء بهدیهم و من بعد ذلك لزیارة قبره صلی اللہ علیہ وسلم والصلاة فی مسجده والتبرك بمشاهدة آثاره وآثار اصحابه۔ (فتح الباری ج ٤ ص١١٦ طبع بیروت)

ہم نے یہ مثالیں اس لئے دی ہیں کہ یہاں برطانیہ میں آپ کو بہت سے نوجوان ایسے ملیں گے جنہوں نے امام بخاری اور صحیح بخاری کے نام پر ایک طوفان برپا کر رکھا ہے اور صحیح بخاری کی چند حدیثیں سنا کر یہ تاثر دیتے ہیں کہ وہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک پر ہیں حالانکہ یہ بات غلط ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تبرک بآثار الصالحین کے پورے قائل تھے۔ اگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات غلط ہوتی تو

محدثین کرام کبھی اس بات پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تائید نہ کرتے۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی نے اپنے پر لگے اس الزام کی پرزور تردید کی ہے کہ آپ صالحین امت سے توسل کرنے والوں کی تکفیر کرتے ہیں، آپ نے اس سے کھلا انکار کیا ہے۔ (دیکھئے مؤلفات الشیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی ج ۱۱ ص ۶۴)

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر مختلف اطراف سے وارد ہونے والے مختلف اعتراضات کا جواب دینے کے بعد ہم پورے یقین سے کہتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بالکل صحیح العقیدہ اہل سنت مسلک کے تھے مسائل غیر منصوصہ میں فقہاء کرام سے سند لینے اور آثار صالحین سے تبرک کے برابر قائل تھے۔

رہی آپ کی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کچھ دوری تو یہ محض ایک غلط فہمی کی وجہ سے تھی جو محدث کبیر حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ دفع الوسواس کے مطالعہ سے پوری طرح رفع ہوجاتی ہے، تاہم آپ کا بار بار بعض الناس سے اختلاف اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ اس دور میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ایک بہت بڑی علمی شخصیت تھے اور ہزاروں انسانوں کے دل ان کی عقیدت میں دھڑکتے تھے، ورنہ اتنے بڑے امام حدیث کو بار باران سے اختلاف کرنے کی کیا ضرورت تھی، اللہ تعالیٰ ان امامین جلیلین پر اپنی مزید رحمتیں فرمائے۔

عزیز طلبہ! اب میں اس حدیث کا ترجمہ کرکے اس درس سے فارغ ہوتا ہوں اور شریک سبق طلبہ کے لئے دین میں پورے تصلب اور عقیدہ اہل سنت سے پورے تمسک کی دعا اور استدعا کرتا ہوں۔

حافظ الحدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا! دو کلمے ایسے ہیں جو رحمٰن کو بہت پسند ہیں، زبان پر لانے میں بہت ہلکے ہیں

اعمال کے ترازو میں بہت وزنی ہیں، وہ دو کلمے یہ ہیں:

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ ...... سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات بہت بلیغ ہے اور کلمہ کا لفظ یہاں کلام کے معنی میں ہے۔ علم نحو میں کلمہ اس کی ایک اپنی اصطلاح ہے اور علم معانی میں کلام اور متکلم تو بلاغت سے موصوف ہوتے ہیں، ان کے ہاں کلمہ بلیغہ نہیں سنا جاتا ہاں کلمہ فصاحت سے موصوف ہو جاتا ہے، لیکن بلاغت سے نہیں۔

☆......قرآن کریم......اور صحیح بخاری کا ایک سا اختتام

قرآن کریم کی باعتبار نزول وحی آخری سورت (سورہ نمبر ۱۱۴) سورہ نصر ہے اس کا اختتام ان کلمات پر ہوتا ہے:

فسبح بحمد ربك واستغفره انه كان توابا۔

جب لوگ فوج درفوج اسلام میں داخل ہو جائیں تو آپ حمد باری کے ساتھ "سبحان اللہ" کہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی صحیح بخاری کے آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دو کلمے روایت کئے اور سبحان اللہ اور حمد باری کے ذکر کی تعلیم دی اور سبحان اللہ سے اس کی تعظیم بجالانے کا حکم دیا۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ ...... سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ

قرآن وحدیث کا یہ اختتام ہماری نماز کا آغاز ہے پہلے ہم سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ پڑھتے ہیں اور پھر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ پڑھتے ہیں اور رکوع میں جا کر تعظیم بجالاتے ہیں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ کے کلمہ سے۔

علامہ ناصر الدین احمد بن محمد المعروف ابن منیر الاسکندرانی رحمۃ اللہ علیہ (۶۲۰ھ۔۶۸۳ھ) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ختم صحیح بخاری پر لکھتے ہیں:

ومنها انه ختم كتابه بهذا التسبيح وقد ورد في الحديث

مایدل علی استحباب ختم المجالس بالتسبیح وانه
کفارة لما لعله یتفق فی اثناء الکلام مما ینبغی هجره
وهذا نظیر کونه بدأ کتابه بحدیث الاعمال بالنیات
فکانه تأدب فی فاتحته وخاتمته بآداب السنة والحق۔

(المتواری ص ٤٣٣)

اب ہم اس درس کو اختتام کرتے ہیں۔ آیئے! ہم سب مل کر تمام حاضر طلبہ کے لئے، اس جامعہ میں پڑھانے والے اساتذہ کے لئے، تمام شریک درس علماء کرام کے لئے اور اس مجلس میں برکت کے لئے آنے والے تمام حاضرین کے لئے خلوص دل سے اللہ تبارک وتعالیٰ کے رحم وکرم اور اس کی برکت ونصرت کی دعا کریں۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمین والصلوة والسلام
علی اشرف الانبیاء وسید المرسلین وخاتم النبیین ورحمة
للعالمین وعلی آله واصحابه وازواجه وذریته اجمعین، آمین
برحمتك یا ارحم الراحمین۔

کالجوں، یونیورسٹیوں اور مدارسِ عربیہ کے
منتہی طلبہ اور طالبات کیلئے علوم اسلامی کا
تعلیمی نصاب
1 آثار التنزیل
2 جلدیں
2 آثار الحدیث
2 جلدیں
3 آثار التشریع
2 جلدیں
4 آثار الاحسان
2 جلدیں
جامعہ ملیہ اسلامیہ، محمود کالونی، شاہدرہ، لاہور

مصنف کی دیگر مطبوعات

آثار التنزیل	2 جلدیں	قرآن کا تعارف
آثار الحدیث	2 جلدیں	حدیث کا تعارف
آثار التشریع	2 جلدیں	فقہ کا تعارف
آثار الاحسان	2 جلدیں	تصوف کے بارے میں
خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم	2 جلدیں	مسئلہ خلافت اور وقائع خلافت
عبقات	2 جلدیں	باب الاستفسارات
مقدمہ کتاب الاستفسار	1 جلد	عیسائیت کے بارے میں (مولانا آل حسن)
مطالعہ بریلویت	9 جلدیں	بریلویوں کی سیاسی اور علمی تاریخ
عقیدہ الامت	1 جلد	ختم نبوت مطالعہ قادیانیت جلد 1
عقیدہ خیر الامم	1 جلد	حضرت عیسیٰؑ بن مریم مطالعہ قادیانیت جلد 2
عقیدۃ العلماء الاعلام	1 جلد	کفرواسلام کا تصفیہ مطالعہ قادیانیت جلد 3
مرزا غلام احمد قادیانی	1 جلد	کردار کے آئینہ میں مطالعہ قادیانیت جلد 4
تجلیات آفتاب	1 جلد	مقدمہ آفتابِ ہدایت (مولانا دبیر رحمۃ اللہ علیہ)
مقامِ حیات	1 جلد	مکین گنبد خضراء کی حیاتِ برزخی کا بیان
شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ	1 جلد	شاہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد و معرکہ بالاکوٹ
حجیت حدیث (انگلش)	1 جلد	مستشرقین کے جوابات
اسلام ایک نظر میں (انگلش)	چارٹ	انگلش بچوں کی اسلامی تعلیم

شجرہ علمی امام ابوحنیفہؒ ○ شجرہ مودت ○ شجرہ محدثین دہلی ○ شجرہ علمائے دیوبند ○ دین میں لائے نئے اعمال